عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۶	۲۱ تا ۲۷ر شوال ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ر جولائی ۲۰۱۷ء	شمارہ: ۲۷

اصحابِ رسول ﷺ اور اُن کا مقام و مرتبہ

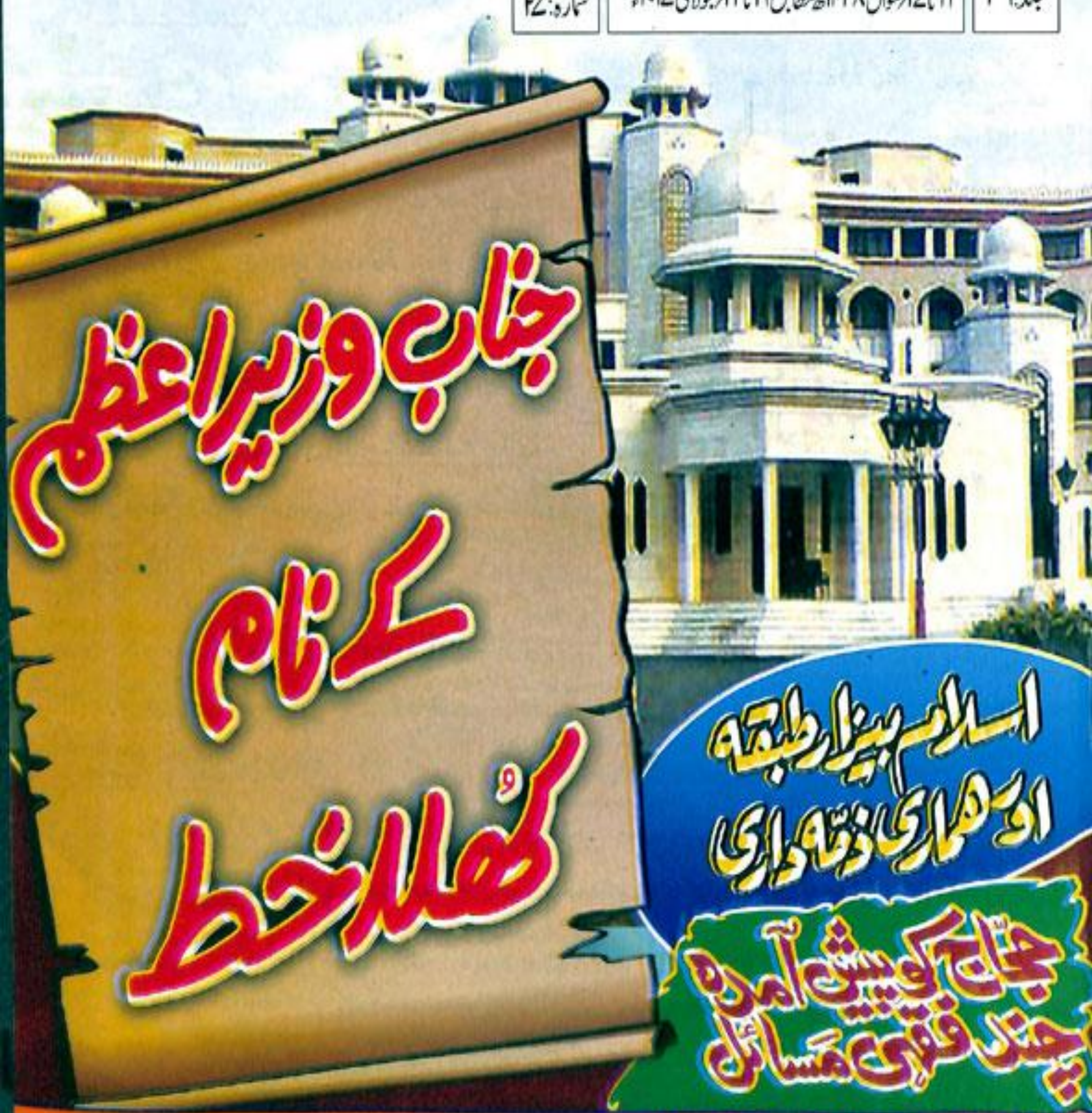

جناب وزیراعظم کے نام کھُلا خط

اسلام بیزار طبقہ اور ہماری ذمہ داری

حجاج کو پیش آمدہ چند فقہی مسائل

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

سحری میں اذان کے وقت کھانا پینا

س:...... سحری کھاتے ہوئے اذان شروع ہوجائے لیکن اذان ختم ہونے سے پہلے پہلے کھانا پینا مکمل کرلیں تو روزہ ہوجائے گا یا نہیں؟

ج:...... سحری ختم ہونے یا نہ ہونے کا تعلق اذان یا سائرن کے بجنے سے نہیں ہے بلکہ وقت کے ختم ہونے سے ہے اور آج کل کیلنڈر میں حساب کرکے وقت لکھ دیا جاتا ہے کہ اتنے منٹ پر سحری کا وقت ختم ہورہا ہے۔ لہٰذا اگر وقت ختم ہونے سے پہلے کھانا پینا چھوڑ دیا تھا تو روزہ ہوجائے گا۔ خواہ اذان ہو یا نہ ہو، یا سائرن بجے یا نہ بجے اور اگر سحری کا وقت ختم ہوگیا تھا لیکن اذان یا سائرن کے انتظار میں کھاتے پیتے رہے تو روزہ نہیں ہوگا، کیونکہ ممکن ہے کہ کبھی اذان یا سائرن وقت ختم ہونے کے بعد کچھ تاخیر سے ہو اور اذان تو سحری کا وقت ختم ہونے کے بعد ہی ہوتی ہے، اس لئے اذان کے وقت کھانے پینے والوں کا روزہ نہیں ہوگا۔

مقروض کا حج وعمرہ کے لئے جانا

س:...... کیا مقروض آدمی حج یا عمرہ کے لئے جاسکتا ہے یا نہیں؟ اگر وہ جائے تو کیا اس کا حج قبول نہیں ہوگا؟

ج:...... پہلے قرض ادا کردینا بہتر ہے، اگر قرض ادا کردینے میں وسعت ہو اور قرض خواہوں کی طرف سے مطالبہ نہ ہو اور وہ خوش دلی سے اجازت دیں تو حج وعمرہ کے لئے جانا بھی درست ہے۔

حج وعمرہ کے لئے قرض لینا

س:...... کیا حج وعمرہ کے لئے قرض لے کر جانا درست ہے یا نہیں؟ جبکہ واپس آنے کے بعد قرض ادا کردینے کی نیت ہو؟

ج:...... اگر قرض بسہولت ادا ہوجانے کی توقع ہو تو قرض لے کر حج و عمرہ پر جانا صحیح ہے۔

سعی اور حلق نہ کرنے والے پر دم لازم ہے

س:...... مدینہ منورہ سے احرام باندھ کر مکہ آئے اور عمرہ کا طواف کرلیا، رش زیادہ ہونے اور تھکاوٹ کی وجہ سے سعی نہیں کی اور حلق یا قصر بھی نہیں کیا وقت کم تھا، اس لئے واپس پاکستان آگئے اب اس کا کیا کفارہ ہوگا؟

ج:...... سعی اور حلق نہ کرنے کی وجہ سے دم لازم ہوگیا۔ حدود حرم میں رقم بھیج کر دے دیا جائے۔

حرام مال سے صدقہ وخیرات

س:...... جو لوگ حرام کماتے ہیں مثلاً رشوت، سود، ناجائز تجارت، حرام کام وغیرہ کے ذریعے، وہ لوگ صدقہ خیرات بھی کرتے ہیں، کیا حرام پیسوں سے صدقہ خیرات کرنا درست ہے؟

ج:...... حرام مال سے صدقہ قبول نہیں ہوتا بلکہ الٹا موجب وبال ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ پاک ہیں اور پاک چیز کو ہی قبول کرتے ہیں۔ حرام مال بغیر ثواب کی نیت کے کسی مستحق زکوٰۃ کو دے دینا صحیح ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلسِ ادارت

مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۶ — ۲۱ تا ۲۷ رشوال ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ رجولائی ۲۰۱۷ء — شمارہ:۲۷

اِس شمارے میں!

جناب وزیراعظم کے نام کھلا خط	۵	مولانا اللہ وسایا
حجاج کو پیش آمدہ چند فقہی مسائل	۷	مفتی رفیق احمد بالاکوٹی
اسلام بیزار طبقہ اور ہماری ذمہ داری	۱۲	مولانا محمد سلمان بجنوری
کلام نبوی کی کرنیں	۱۴	مولانا عبدالمالک
تقابلِ ادیان ومسالک... تقاضے وآداب	۱۷	مولانا زاہدالراشدی
دینی اصطلاحات کا اجمالی مفہوم	۱۹	۔ ۔ ۔ ۔
دینی مدارس میں نظامِ طعام	۲۰	مفتی محمد مجیب الرحمٰن دیورگی
اصحاب رسول اور ان کا مقام ومرتبہ	۲۲	مولانا سیّد محمد رابع حسنی ندوی
معتمد اور غیر معتمد تفاسیر (۱۷)	۲۵	مولانا فضل محمد یوسف زئی

بیاد

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

سرپرست

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ
حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین وآرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

زرتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر
فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سیّد شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

بیمار کی عیادت اور مصائب پر صبر

حدیث قدسی ۲۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب کوئی بندہ بیمار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ دو فرشتوں کو اس کے پاس بھیجتا ہے اور فرماتا ہے، دیکھو یہ بندہ عیادت کرنے والوں سے کیا کہتا ہے؟ پس اگر وہ عیادت کرنے والوں کے سامنے خدا کی حمد بیان کرتا ہے تو وہ اس حمد کو خدا کے سامنے لے جاتے ہیں، حالانکہ وہ جانتا ہے پس اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو فرماتا ہے: اگر میں اس کو وفات دوں گا تو اس کو جنت میں داخل کر دوں گا اور اگر اس کو شفا دوں گا تو اس کے گوشت کو بہتر گوشت سے اور اس کے خون کو بہتر خون سے بدل دوں گا اور اس کی برائیوں کو معاف کر دوں گا۔ (دار قطنی)

اللہ کے واسطے محبت کرنا اور اللہ کے لئے دشمنی کرنا

حدیث قدسی ا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں ارشاد فرمائے گا وہ لوگ کہاں ہیں جو میری بزرگی اور جلال کی وجہ سے آپس میں محبت اور دوستی کیا کرتے تھے، آج میں ان کو اپنے سایہ میں رکھنا چاہتا ہوں، آج میری رحمت کے سایہ کے علاوہ کہیں سایہ نہیں ہے۔ (مسلم)

حدیث قدسی ۲: حضرت شرحبیل بن سمطؓ نے ایک دن حضرت عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ سے عرض کی: کیا آپ مجھ کو کوئی ایسی حدیث سنائیں گے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو؟ اور اس میں نہ تو کوئی بات جھوٹی ہو اور نہ آپ اس کا کوئی حصہ بھولے ہوں؟

عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ قیامت میں ارشاد فرمائے گا بے شک میری محبت ان لوگوں کے لئے ثابت ہے جو میری وجہ سے آپس میں محبت کرتے تھے اور بے شک میری محبت ان لوگوں کے لئے ضروری ہے جو میری وجہ سے آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات کیا کرتے تھے اور بے شک میری محبت ان لوگوں کے لئے ثابت ہے جو میری وجہ سے آپس میں ایک دوسرے پر اپنا مال خرچ کیا کرتے تھے اور بے شک میری محبت اور دوستی ان لوگوں کے لئے ثابت ہے جو میری وجہ سے آپس میں ایک دوسرے سے دوستی اور محبت کیا کرتے تھے۔ (احمد طبرانی)

یعنی باہمی حسن سلوک اور ان کا ملنا جلنا اور ایک دوسرے کی خبر گیری کرنا محض میری (اللہ کی) وجہ سے تھا۔ طبرانی کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے کہ میری وجہ سے ایک دوسرے کی مدد کیا کرتے تھے۔ ثابت اور ضروری کا مطلب یہ ہے کہ یہی لوگ میری محبت کے مستحق ہیں۔

نماز سے متعلق استعمال ہونے والی اصطلاحات (خاص مفہوم)

قومہ: رکوع سے فارغ ہونے کے بعد سیدھا سکون ووقار سے کھڑے ہونے کا نام قومہ ہے۔

سجدہ: دونوں ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے، پیشانی اور ناک کو زمین پر رکھ دینے سے جو ہیئت بنتی ہے اس کو سجدہ کہتے ہیں۔ اس صورت میں کھل کر کمر کو اٹھا کر، کہنیوں کو رانوں سے علیحدہ کر کے، دونوں ہتھیلیوں کو دونوں کانوں کے مقابل رکھ کر سجدہ کرتے ہیں۔ عورتیں دب کر، سمٹ کر، کمر کو نیچا کر کے، کہنیوں کو رانوں سے ملا کر سجدہ کرتی ہیں۔ (مردوں کو پیر کی انگلیاں قبلے کی طرف رکھنی چاہئیں)۔

جلسہ: دو سجدوں کے درمیان اطمینان، سکون ووقار سے بیٹھنے کو جلسہ کہتے ہیں۔

رکعت: تکبیر تحریمہ سے لے کر دوسرے سجدے کے ختم تک کے ان مخصوص اعمال کو ترتیب سے کرنے کو ایک رکعت کہتے ہیں اور نماز کم از کم دو رکعت کی اور زیادہ سے زیادہ چار رکعات کی ہوتی ہے۔ رکعت کی جمع رکعات اور رکعتیں ہیں۔

قعدہ: دو رکعت کے بعد تشہد پڑھنے کیلئے بیٹھنے کو قعدہ کہتے ہیں۔ چار رکعات والی نماز میں دو رکعت کے بعد بیٹھنے کو قعدہ اولیٰ اور چار رکعات کے بعد بیٹھنے کو قعدہ اخیرہ کہتے ہیں۔ مرد اُلٹے پاؤں کو بچھا کر اور سیدھے پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ کر کے بیٹھتے ہیں، عورتوں کو دونوں پیر سیدھی طرف نکال کر بیٹھنا چاہئے۔

تشہد: پوری التحیات کو تشہد کہتے ہیں۔

وتر: اس واجب نماز کو کہتے ہیں جو عشاء کی نماز کے پڑھنے کے بعد پڑھی جاتی ہے اور یہ (احناف کے مسلک میں) ایک سلام کے ساتھ تین رکعتیں ہوتی ہیں۔ وتر کی نماز باجماعت صرف رمضان کے مہینے میں بیس رکعات تراویح کی جماعت کے ختم پر پڑھی جاتی ہے۔

دعائے قنوت: ایک مخصوص دعا جو وتر کی تیسری رکعت میں قرأت کے بعد رکوع سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔

قنوت نازلہ: مسلمانوں پر کوئی عام مصیبت نازل ہو، سخت طوفان آ جائے، دشمن ملک پر حملہ کر دے، ایسے موقعوں پر ہر روز فجر کی نماز میں دوسری رکعت کے رکوع کے بعد سجدہ میں جانے سے پہلے امام صاحب ایک مخصوص دعا مانگتے ہیں اور مقتدی آمین کہتے ہیں۔ اس دعا کو قنوت نازلہ کہتے ہیں۔ یہ دعا دیگر نمازوں کی آخری رکعت میں رکوع کے بعد سجدے میں جانے سے پہلے پڑھی جا سکتی ہے۔ اس وقت ہاتھ باندھنا، کھلے چھوڑنا، دعا کے انداز میں ہاتھ اٹھانا سب درست اور جائز ہے۔ یہ عمل مصیبت کے خاتمے تک ہر روز مسلسل کیا جاتا ہے۔

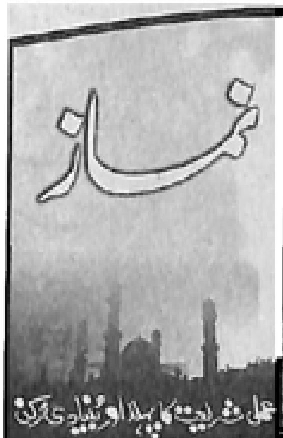

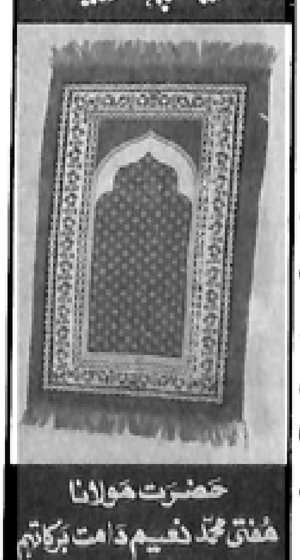

اداریہ

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

عزت مآب جناب میاں محمد نواز شریف اور جناب میاں محمد شہباز شریف کے نام کھلا خط!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

۱..... عید سے قبل پاراچنار، کوئٹہ، احمد پور شرقیہ میں ایک ہفتہ ملک میں موت کا کھیل جاری رہا۔ عید کے بعد ملتان ہیڈ محمد والا اور ملک بھر میں حوادثات نے اہالیان وطن کو بڑی فیاضی سے لقمہ تر بنایا۔ جس کی تفصیلات پر مشتمل روح فرسا مناظر اخبارات میں پڑھنے اور دیکھنے کو روز مل رہے ہیں۔ لگتا یہ ہے کہ ملک سے برکت اٹھ گئی۔ نحوست وبدامنی نے ڈیرے ڈال دیئے ہیں۔

غالباً حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ:

ایک بادشاہ شکار یا سیر وسیاحت کے لئے نکلا۔ پیاس کی شدت نے ستایا تو انار کے باغ میں گیا۔ باغ کے مالک کی بیٹی نگران تھی۔ اس سے انار کا رس مانگا۔ لڑکی جلدی سے اٹھی۔ گلاس لیا۔ ایک انار توڑا، نچوڑا اور رس سے بھرا گلاس لاکر بادشاہ کے حضور پیش کردیا۔ بادشاہ نے غٹ غٹ اسے پیٹ میں اتارا۔ گرمی کا موسم، دوپہر کا وقت، شدت پیاس اور طبیعت کی طلب وفریاد کے بعد انار کے رس نے فرحت وانبساط کی ایسی پرکشش کیفیت دماغ میں بسائی کہ بادشاہ نے گلاس منہ سے ہٹاتے ہی بچی سے کہا کہ ایک گلاس اور لاؤ۔ بچی نے گلاس لیا اور رس لینے گئی۔ بادشاہ کے دل میں خیال آیا کہ اتنا عمدہ اور وسیع باغ۔ اس کو تو نیشنلائز (قومی تحویل میں) ہونا چاہئے یا یہ کہ کم از کم اس پر سرکاری ٹیکس لگنا چاہئے۔ بچی نے رس لانے میں خاصی دیر لگائی۔ بادشاہ نے رس پیا اور بچی سے پوچھا پہلی دفعہ جلدی میں رس لے کر آئی تھیں۔ اب کے خاصی دیر لگادی۔ ماجرا کیا ہے؟ بچی نے کہا کہ پہلے ایک انار نچوڑا، اتنا رس نکلا کہ گلاس بھر گیا تو جلدی آگئی۔ اب کے بار کئی اناروں سے رس نچوڑا تب گلاس بھرا۔ اس لئے دیر ہوگئی۔ بادشاہ نے فرمایا کہ ایسے کیوں ہوا؟ بچی نے بڑی سادگی سے کہا کہ لگتا ہے کہ ہمارے حکمران کی نیت میں فتور آگیا۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے مملکت سے برکت اٹھالی ہے اور نحوست نے مملکت میں پڑاؤ ڈال لیا ہے۔ بادشاہ یہ سن کر سراسیمہ وششدر رہ گیا کہ میں نے اس باغ کو قومیانے یا ٹیکس لگانے کا ارادہ کیا۔ لیکن بچی کو تو پتہ نہیں کہ میں حکمران ہوں یا یہ کہ نیت میں فتور آگیا ہے۔ اس نے مجرم ضمیر سے بچی کی طرف دیکھا اور کہا کہ ایک گلاس رس کا اور لاؤ۔ بچی گئی۔ بادشاہ نے ارادہ بدلا، اللہ رب العزت کے حضور توبہ کی، استغفار کیا، ندامت کے آنسو ابھی پوری طرح خشک بھی نہ ہو پائے تھے کہ بچی جلدی میں رس کا گلاس لے کر حاضر تھی۔ بادشاہ نے پوچھا کہ بیٹا اب پھر جلدی سے آگئی۔ بچی نے کہا: اب کے بار پھر ایک انار کے رس سے گلاس بھر گیا۔ لگتا ہے بادشاہ کی نیت ٹھیک ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی برکتوں نے پھر بارش کردی اور فتور کی نحوست نے دم توڑ دیا ہے۔

کیا ملک میں بدامنی اور انسانی زندگیوں کی تباہی کے اس کھیل میں حکمرانوں کی نیتوں کے اتار چڑھاؤ کا تو دخل نہیں۔ متذکرہ واقعہ سے تو یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ تو کیا ایک بار آپ ہم سب کو اس پر غور کرکے اصلاح کی فکر نہیں کرلینی چاہئے؟ اللہ تعالیٰ توفیق مرحمت فرمائیں:

۲..... پاکستان دنیا کا وہ واحد ملک ہے جو خدا تعالیٰ اور آنحضرت ﷺ کے نام پر حاصل کیا گیا۔ اسلام اور قرآن وسنت کی حکمرانی کے وعدے کئے گئے۔ مگر اب ہماری نیتوں میں یہ بات سماگئی کہ اسے لبرل ملک بنانا ہے۔ گویا ہم نے اسلام کو دیس نکالا دینے کی نیت کرلی ہے۔ اس کے اثرات بد سے پوری قوم بدحالی کا شکار تو نہیں؟ اس پر غور کرلیا جائے تو کیا حرج ہے؟

۳..... نیک اولاد، اور پاک مال، انسان کی عزت وراحت کا باعث ہوتے ہیں۔ لیکن پانامہ کے اس کیس میں اولاد ومال ہی عزت کو خاک میں ملانے کا باعث ہوگئے ہیں۔ اگر یہ شامت اعمال کا باعث ہے تو پھر اس کی تلافی بھی صرف اور صرف صاحب واقعہ ہی فرماسکتے ہیں۔

۴..... بات بہت تلخ حقیقت ہے۔ لیکن اس کا اظہار کئے بغیر چارہ نہیں کہ پانامہ کیس میں سپریم کورٹ کے حکم پر تشکیل پانے والے جے آئی ٹی کے سامنے محترمہ مکرمہ جناب مریم نواز صاحبہ کے پیش ہونے پر پوری مسلم لیگ کی قیادت سراپا احتجاج ہے۔ اس پر مثبت ومنفی تبصروں کا ایک غوغا ہے۔ کان پڑی نہیں سنائی دے رہی

ہے۔ آج ۵؍جولائی ۲۰۱۷ء کے اخبارات میں محترم میاں شہباز شریف کا بیان آیا ہے کہ: ’’مریم نواز کو طلب کرنے کا کوئی اخلاقی جواز نہیں۔‘‘

سو فیصد اس بیان سے اتفاق ہے۔ اس لئے کہ رحمت عالم ﷺ کے امتی ہونے کے ناتے آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہمارے سامنے رہنا چاہئے جو آپ ﷺ نے حاتم طائی کی بیٹی کی آمد کے موقع پر فرمایا کہ بیٹی، بیٹی ہوتی ہے، چاہے کافر کی کیوں نہ ہو۔ اپنے مبارک کندھوں، خاتم النبیین ذات اقدس کے حامل کندھوں کی چادر مبارک، وہ چادر جس کے متعلق سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ فرماتے تھے کہ اگر یہ چادر قیامت کے دن جہنم کی طرف پھیر دی جائے تو اس کے صدقے خدا تعالیٰ جہنم کو بھی ٹھنڈا فرمادیں گے۔ اس اعزاز کی حامل چادر مبارک کو حاتم طائی کی بیٹی کے سر پر اوڑھا دیا گیا۔

کل تک بھلا وقت تھا کہ ہم دوسروں کی بچیوں کو اپنی بچیاں سمجھتے ہیں۔ لیکن مراتھن ریس میں قوم کی بچیوں کو کس نے دوڑایا؟ حکمرانوں نے۔ انکوائری کے لئے محترمہ بے نظیر بھٹو کو چکر لگوائے۔ کس نے؟ حکمرانوں نے۔ لیکن معافی چاہتا ہوں کہ آپ فرماسکتے ہیں کہ ایسا کرنے والے دوسرے حکمران تھے۔ بالکل بجا فرمایا۔ لیکن اجازت ہو۔ طبیعت پر گراں نہ گزرے۔ جان کی امان ہو تو عرض کرنے کی اجازت ملنی چاہئے کہ بالکل کل کی بات ہے۔ آپ کے مثالی ونورانی عہد حکمرانی کی بات ہے کہ فورتھ شیڈول میں ڈالے جانے والے لوگوں سے فارم پر کرائے گئے۔ اس میں ان لوگوں کی ماؤں، بہنوں، بچیوں کے نام ان کے فون نمبر بھی درج کئے گئے۔ فورتھ شیڈول میں جن کو ڈالا گیا۔ مان لیا، وہ مجرم ہوں گے۔ لیکن ایک ایک پولیس مین، کلرک لوگوں کے ذریعہ ان کی بچیوں، بیٹیوں، ماؤں، بہنوں کے ناموں، پتوں اور فون نمبر معلوم کئے۔ ان بیٹیوں کا کیا قصور تھا؟

مریم نواز بیٹی ہے اور رب محمد ﷺ کی قسم بیٹی ہے اور قابل احترام اور واجب التکریم بیٹی ہے۔ ان کے اس طرح جے آئی ٹی کے سامنے بلانے کا جواز نہیں، تو جو کچھ آپ کی حکمرانی میں ہوا؟ معافی چاہتا ہوں اور جو ہورہا ہے کیا وہ بیٹیاں، بیٹیاں نہیں۔ محترمہ مریم نواز کو بلایا گیا تو حکمرانوں اور حکمران جماعت کے ہر چھوٹے بڑے کے دماغوں میں زلزلہ آگیا۔ آنا چاہئے تھا۔ خدا لگتی میں یہ نہیں کہتا کہ یہ ٹھیک ہوا۔ لیکن ظلم ظلم ہے، کوئی کرے۔ پہلے حکمران کریں یا آپ۔ آج کے حکمران کریں یا کل کے۔ لیگی قیادت! تمہیں شاید خدا تعالیٰ ورسول اللہ ﷺ کے فرمان تو آج بوجہ لبرل ازم کے سمجھ نہ آئیں۔

لیکن محترمہ بہن مریم نواز کی عزت کا واسطہ اپنے ان فارموں میں جن قوم کی بیٹیوں کی عزتوں کا خون کیا ہے۔ اس کی تلافی ہوسکے تو اب بھی وقت ہے کہ روٹھے رب کو منا کر فورتھ شیڈول کے فارموں سے یہ ملعونہ سوالات نکال دو۔ تو پھر شاید بے برکتی کی نحوست دور ہوجائے۔ لیکن نقارہ خانہ میں طوطی کی کون سنے گا۔ شاید توفیق ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا مشکل ہے کہ وہ دل بدل دے۔

محترم جناب میاں محمد نواز شریف صاحب، محترم میاں شہباز شریف صاحب! آپ توجہ فرمائیں اور اگر ذوق عالی پر گراں نہ ہو تو عرض کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ:

۵...... جناب ذوالفقار علی بھٹو کے عہد حکمرانی میں پاکستان کی نیشنل اسمبلی نے متفقہ طور پر قرارداد منظور کی کہ ملک میں اتوار کی بجائے جمعہ کی چھٹی ہوگی۔ آنجناب میاں محمد نواز شریف حکمران بنے تو اس قرارداد کو اپنے اقتدار کے پاؤں کے نیچے مسل کر بڑے طمطراق سے اعلان کیا کہ جمعہ کی بجائے اتوار کو چھٹی ہوگی۔

محترم! اس اعلان سے پورے ملک میں افتراق پیدا ہوا ہے۔ پوری قوم دوذہنی میں مبتلا ہے۔ کراچی سے خیبر تک پورے ملک کے اہم شہر بعض جمعہ کو بند ہوتے ہیں اور بعض اتوار کو۔ پوری قوم کی وحدت کا شیرازہ آپ کے اس اعلان کی بدولت بکھرا۔ لیکن بایں ہمہ آپ کو اپنے اعلان کو غلط کہنے اور تلافی کی اخلاقی جرأت پیدا نہ ہوئی۔ اب ہوجائے تو احسان ہوگا۔

۶......علامہ اقبال مرحوم مصور پاکستان نے جواہر لال نہرو کے نام اپنے خط میں فرمایا کہ: ’’قادیانی اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں۔‘‘

(کلیات مکاتیب اقبال ج۴ص۳۳۰، مطبوعہ بک کارنر جہلم)

پاکستان کی سپریم کورٹ نے قرار دیا کہ مرزا قادیانی کا لٹریچر اہانت رسول سے مملو ہے۔ مرزا قادیانی کے ایک پیرو عبدالسلام قادیانی کو یہودی نوبل پرائز ملا۔ اس ملعون نے پاکستان کی سرزمین کو لعنتی کہا (ڈاکٹر عبدالقدیر خان اور کہوٹہ ایٹمی سینٹر ص۸۰ یونس خلش) پاکستان کو گالی دینے والے کے نام پر آپ نے ایک فزکس ادارہ کا نام رکھ کر اسلامیان وطن، وطن عزیز پاکستان اور علامہ اقبال مرحوم کے نظریہ سے اعراض کیا۔

کیا ممکن ہے کہ ان معروضات پر توجہ فرماکر ان کی تلافی کردیں۔ اس سے ممکن ہے کہ حالات کی نحوست چھٹ جائے اور برکتوں کا نزول وحصول شروع ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ایسا فرمادیں۔ آمین!

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

حج کے بہترین اِنتظامات اور

حجاج کو پیش آمدہ چند فقہی مسائل

مفتی رفیق اَحمد بالاکوٹی

مسلمان بیت اللہ شریف کا حج کرنے کے لئے ہر سال دُنیا بھر سے تیس سے چالیس لاکھ کی تعداد میں مکہ مکرمہ کے مشاعر مقدسہ میں جمع ہوتے ہیں۔ حج کا یہ اِجتماع دُنیا کا سب سے بڑا اِجتماع شمار ہوتا ہے۔ اتنی بڑی تعداد کے لئے رہن سہن، خورد ونوش، صفائی و ستھرائی اور نظم ونسق کرنا اور ہر طرح ان کی سہولت اور آرام کا خیال رکھنا ایسا کارنامہ ہے، جس کی نظیر اور مثال مشکل ہے۔ یہ تمام تر اِنتظامات اور سہولیات حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی اُن دعاؤں کا ثمر ومظہر ہیں جو انہوں نے بیت اللہ کی آبادی اور یہاں کے زائرین کے لئے اللہ تعالیٰ سے مانگی تھیں، اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اور بیت حرام کی زندہ و تابندہ برکت وکرامت ماننے کے علاوہ کوئی اور توجیہ سمجھ میں نہیں آتی۔ جتنے حجاج کرام حرمین شریفین میں جمع ہوتے ہیں، اُن کا مکمل ڈیٹا محفوظ رکھنا، اُن کی رہائش کے اِنتظامات، ٹرانسپورٹ کی سہولیات اور تمام مراحل میں ایک نظم میں سب کو چلانا اور سنبھالنا یہ سعودی حکومت کا ایسا کارنامہ ہے جس پر پوری اُمت مسلمہ کو سعودی حکومت کا شکر گزار ہونا چاہئے اور ان کی خدمات کا برملا اِعتراف کرنا چاہئے۔ ہمارے مشاہدہ کے مطابق اسباب کی دُنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی مرتب اور منظم اِجتماع نہیں ہوسکتا۔

اسی طرح حج آپریشن کے حوالہ سے حکومت پاکستان کی حالیہ توجہات اور مساعی کے اعتراف میں بخل وتأمل سے کام لینا بھی نااِنصافی ہوگی۔ الحمدللہ! ہماری موجودہ حکومت بالخصوص وزارتِ مذہبی اُمور نے جس نیک دلی سے اپنے دورِ حکومت کے گزشتہ تین چار سالوں میں حج جیسے اِسلام کے رُکن کو عبادت اور فرض سمجھتے ہوئے اُس کے لئے اِنتظامات کیے، اس سے اِسلامی دُنیا میں پاکستان کے اِسلامی تشخص کو خوب جلا ملی ہے، اور ہر پاکستانی حاجی اپنے ملک اور وزارتِ مذہبی اُمور کے وزیر محترم کے لئے دعاگو اور ان کی تعریف میں رطب اللسان دکھائی دیا۔ حج کے اِبتدائی مراحل سے لے کر حرمین شریفین پہنچنے تک ہر ہر مرحلہ میں واضح طور پر محسوس ہوتا تھا کہ پاکستانی حجاج کسی خیر خواہ، ہمدرد اور فرض شناس حکومت کے زیرِ اِنتظام مذہبی فریضہ ادا کررہے ہیں۔

گزشتہ تین چار سالوں میں مدینہ طیبہ میں تمام حجاج کرام کی رہائش مرکزیہ میں اتنی قریب تھی کہ معذور، کمزور اور ضعیف حجاج بھی بآسانی حرم نبوی میں حاضر ہوجاتے تھے، جب کہ مکہ مکرمہ میں ٹرانسپورٹ کے اِنتظامات کو مسلسل متحرک چمن سے تعبیر کرنا مبالغہ نہیں ہوگا۔ کوئی بھی حاجی کسی بھی وقت حرم آنا یا جانا چاہتا، اُسے بروقت سواری کی سہولت میسر تھی۔ ٹرانسپورٹ کے حوالہ سے حکومتی اِنتظامات میں کوئی کمی نہیں تھی، اگر کمی تھی تو وہ صرف ہمارے قومی مزاج کی تھی، یعنی حرم سے واپسی پر ہزاروں لوگ چالیس سیٹر پہلی بس میں سوار ہونے کی کوشش کرتے تھے، جس سے دھکم پیل کی کیفیت پیدا ہوجاتی تھی، مگر شاباش ہے خدام الحجاج کو! جنہوں نے اس بے ہنگم صورتِ حال میں اِنتظامات کو بحال رکھا اور بعض حجاج کے بے جا فرمودات کو بڑے حوصلے اور بردباری سے سنا اور اپنے جذبات کو کنٹرول میں رکھا۔ ہم نے اپنی زندگی میں اپنے پاکستانی منتظم بھائیوں کو اتنی برداشت اور بردباری میں کبھی نہیں دیکھا۔ ہمارے ہاں تو معمولی ذمہ دار بڑے سے بڑے عزت دار کی اہانت سے بھی نہیں کتراتا، مگر ہمارے خدام الحجاج نے ہر ہر موقع پر تحمل و بردباری اور فرض شناسی کی بہترین مثال قائم کی۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے نیک دل، فرض شناس اور خداترس وزیر مذہبی اُمور جناب سردار محمد یوسف صاحب کے لئے حجاج نے حرمین میں بہت دُعائیں کیں، شاید ان دُعاؤں ہی کے نتیجہ میں پاکستانی تاریخ میں پہلی مرتبہ پاکستان مسلم لیگ (ن) کی حکومت تمام تر سازشوں اور بحرانوں کے باوجود اِطمینان کے ساتھ اپنا حکومتی دورانیہ پورا کرنے جارہی ہے۔ اس پر مستزاد حکومت کی طرف سے مختلف مینیو کے ساتھ تینوں وقت تازہ کھانا باوقار انداز میں معزز مہمانوں کو پیش کیا جاتا تھا جو حج وعمرہ کی ایک بڑی مشکل کا اِنتہائی موزوں حل اور بڑی خدمت ہے۔ الغرض! اِنتظامی لحاظ سے جتنی بہتری ہوسکتی تھی، ہماری وزارتِ مذہبی اُمور نے اس میں کوئی کمی نہیں کی، یہ تسلسل اگر اسی طرح جاری رہا تو اُمید ہے کہ حج کے بہترین اِنتظامات کرنے میں سعودی حکومت کے بعد پاکستانی حکومت کا ہی نمبر ہوگا۔ البتہ حج کے دوران کچھ شرعی مسائل قابل توجہ

ہیں جو سعودی اور پاکستانی دونوں حکومتوں کے باہمی تعاون کے محتاج ہیں، اس لئے کہ یہ ایسے مسائل ہیں جن میں سے بعض سے حج فاسد ہونے یا دم واجب ہونے کے سوالات بھی پیدا ہو رہے ہیں۔ ہمارا حسن ظن ہے کہ پاکستانی حجاج کی ان مشکلات سے شاید سعودی اور پاکستانی حکومتیں آگاہ نہیں ہیں، ورنہ دیگر بہترین انتظامات کے ساتھ ساتھ ان فقہی مشکلات کا مناسب حل بھی تجویز ہو چکا ہوتا۔

ہماری حکومت بالخصوص وزیر مذہبی اُمور محترم جناب سردار محمد یوسف صاحب خصوصی دلچسپی لے کر حکومتی سطح پر سعودی حکومت سے بات چیت کر کے ان مسائل کو حل کرائیں، تا کہ فریضہ حج تمام مسالک کی رعایت کے ساتھ ادا ہو اور کسی کو فقہی اشکال یا مخصوص فکر و عمل کی تسدید کی بدگمانی بھی نہ ہو، اس لئے کہ اس وقت باہمی اتحاد، مؤاسات اور مواخات کی اشد ضرورت ہے۔ بہر حال چند مسائل کی نشان دہی کی جاتی ہے:

۱:...... حرمین شریفین میں گزشتہ کچھ عرصہ سے جمعہ کی پہلی اذان زوال سے پہلے دے دی جاتی ہے، اور اس کے بعد لوگ کھڑے ہو کر سنتیں اور نوافل پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ جب کہ مذاہب اربعہ کے ائمہ مجتہدین کا اس پر اتفاق ہے اور اب تک معمول بھی یہی چلا آ رہا ہے کہ جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا وقت ہے اور ظہر کا وقت زوال کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ زوال سے پہلے جمعہ کی نماز جائز نہیں:

(۱):.... عن أنس بن مالک أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلي الجمعة حين تميل الشمس (صحيح البخاري، كتاب الجمعة، باب وقت الجمعة، اذا زالت الشمس (۱/۱۲۳) ط: قدیمی کتب خانہ کراچی)

.... (وجمعة كظهر أصلاً و استحبابا) في الزمانين لأنها خلفه، وفي رد المحتار: (قوله أصلا) أي من جهة أصل وقت الجواز .... (وقوله: واستحبابًا في الزمانين) أي الشتاء والصيف. (الدر المختار مع رد المحتار المعروف بفتاوى الشامي، كتاب الصلاة، (۱/۳۶۷) ط: ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

.... قوله: والظهر من الزوال الى بلوغ الظل مثليه سوى الفيء) أي وقت الظهر أما أوله فمجمع عليه لقوله تعالى

> حرمین شریفین میں گزشتہ کچھ عرصہ سے جمعہ کی پہلی اذان زوال سے پہلے دے دی جاتی ہے، اور اس کے بعد لوگ کھڑے ہو کر سنتیں اور نوافل پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ جب کہ مذاہب اربعہ کے ائمہ مجتہدین کا اس پر اتفاق ہے اور اب تک معمول بھی یہی چلا آ رہا ہے کہ جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا وقت ہے اور ظہر کا وقت زوال کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ زوال سے پہلے جمعہ کی نماز جائز نہیں

"أقم الصلاة لدلوك الشمس" أي لزوالها. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، بحث أوقاة الصلاة (۱/۲۴۵) ط: ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

.... فأما وقت الجمعة فهو وقت الظهر سواء: من بعد زوال الشمس الى أن يصير ظل كل شيء مثله، فان صلاها قبل الزوال أو خطب لها أو أذن لم يجزه و أعاد ذلك بعد الزوال. (الحاوي الكبير في فقه مذهب الامام الاشافعي، كتاب الجمعة، باب الغسل للجمعة والخطبة (۲/۴۲۸) ط: دار الكتب العلمية بيروت)

.... شرط الجمعة وقوع كلها ما لخطبة وقت الظهر للغروب. (مواهب الجليل لشرح مختصر خليل، كتاب الصلاة، فصل في شرائط الجمعة (۲/۵۱۷) ط: دار الكتب العلمية بيروت)

.... (قوله: فلو أوقع شيئاً من ذلك) أي كالخطبة قبل الزوال أي أو أوقع الخطبة بعد الزوال والصلاة بعد الغروب لم تصح .... و أجاز الامام أحمد فعلها قبل الزوال فيدخل وقتها عنده من حل النافلة. (حاشية الدسوقي للعلامة أبي الضياء خليل بن اسحاق المالكي، كتاب الصلاة، فصل في الجمعة (۱/۳۳۳) ط: مطبعة التقدم العلمية، مصر ۱۳۲۹ھ)

جب جمعہ کی نماز زوال سے پہلے نہیں ہو سکتی تو اس جمعہ کی نماز کے لئے زوال سے پہلے دی جانے والی اذان بھی قبل از وقت ہی شمار ہوگی۔ جیسے مغرب کے وقت سے پہلے مغرب کی اذان کہی جائے تو اس اذان کا مغرب کی نماز کے ساتھ تعلق نہیں، اسی طرح زوال سے پہلے دی جانے والی اذان کا جمعہ کی نماز کے ساتھ تعلق نہیں:

(۲):.... وأما بيان وقت الأذان والاقامة فوقتهما ما هو وقت الصلوات المكتوبات حتى لو أذن قبل دخول الوقت لايجزئه ويعيده اذا دخل الوقت في الصلوات كلها. (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان وقت الأذان (۱/۱۵۴) ط: ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

.... (فيعاد أذان وقع) بعضه (قبله)

كالاقامة، وفي رد المحتار، (قوله: وقع بعضه) وكذا كله بالأولى. (رد المحتار على الدر المختار المعروف بفتاوى الشامي، كتاب الصلاة، باب الأذان (۱/۳۸۵) ط: ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

ممکن ہے سعودی حکومت نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے اس قول کی پیروی میں یہ فیصلہ کیا ہو کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے ہاں زوال سے قبل بھی جمعہ کی ادائیگی ہوسکتی ہے، یا یہ کہ جمعہ کے دن زوال نہیں ہوتا اور سعودی حکومت چوں کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مسلک کی حامل ہے، اس لئے انہوں نے یہ فیصلہ کر رکھا ہو، مگر اس فیصلہ اور عمل میں اُصولی اور فقہی اعتبار سے کئی اشکالات ہیں:

الف...... امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مذکورہ قول محض جوازی ہے، مفتیٰ بہ اور معمول بہ نہیں، بل کہ متروک اور عمل متوارث کے خلاف ہے۔ اب تک حرمین اور دیگر بلادِ اسلامیہ کا عمل اس پر شاہد عدل ہے۔ حنابلہ کی بنیادی کتاب "المغني لابن قدامة" اور "كشاف القناع لمنصور البهوتي" میں جمعہ کی نماز کا صحیح وقت زوال کے بعد ہی منقول ہے اور اس کو صحیح دلائل سے مدلل ہونے کے علاوہ اختلاف سے دوری کا ذریعہ بھی بتایا ہے:

(۳):.... (وأوله) أي أول وقت الجمعة (أول وقت صلاة العيد نصًا) لقول عبد الله بن سيدان السلمي قال: "شهدت الجمعة مع أبي بكر فكانت خطبته وصلاته قبل نصف النهار .... (وتفعل فيه) أي فيما قبل الزوال (جوازًا أو رخصة، وتجب بالزوال) ذكره القاضي وغيره المذهب (وفعلها بعده) أي الزوال (أفضل) لما روى سلمة بن الأكوع قال: "كنا نصلي الجمعة مع النبي صلى الله عليه وسلم اذا زالت الشمس" متفق عليه، وللخروج من الخلاف. (كشف القناع عن متن الاقناع للشيخ منصور البهوتي، باب صلاة الجمعة، فصل: يشترط لصحة الجمعة (۲/۲۶) ط: عالم الكتب بيروت)

.... المغني والشرح الكبير لابني قدامة، كتاب صلاة الجمعة، مسألة: واذا زالت الشمس يوم الجمعة.... (۲/۱۴۴) ط: دار الفكر بيروت)

> **حرمین شریفین میں دروس اور دیگر خدمات پر مامور ہمارے ہندی، پاکستانی یا بنگلہ دیشی بھائیوں کا لب ولہجہ اور حجاج کرام کے ساتھ ان کا برتاؤ اور اِختلافی مسائل پر زور دینے کا طرزِ عمل بھی قابلِ غور ہے**

لہٰذا جب حنابلہ کے ہاں راجح، معمول بہ اور مفتیٰ بہ قول کے مطابق جمعہ کی نماز زوال کے بعد ہی پڑھی جاتی ہے تو اس نمازِ جمعہ کے لئے دی جانے والی اذان بھی زوال کے بعد ہی مشروع کہلائے گی۔ اس لئے زوال سے پہلے دی جانے والی اذان گویا حنابلہ کے مرجوح اور غیر معمول بہ قول کے مطابق دی جارہی ہے، جب کہ فقہائے کرام اور اہلِ فتویٰ کے نزدیک ایسا قول قابلِ عمل یا لائقِ افتا نہیں ہوا کرتا:

(۴):.... ليس لمن انتسب الى مذهب امام في مسألة ذات قولين أو وجهين أن يتخير فيعمل أو يفتي بأيهما شاء بل ان علم تاريخ القولين عمل بالمتأخر ان خرج قائلهما برجوعه عن الأول ولاعبرة بغير ذلك.... وان لم يرجح أحدهما أو جهل الحال هل قالهما معًا أم لا؟ عمل بالأرجح على الأصح للأشبه قواعد الامام واصوله. (صفة الفتوى والمفتي والمستفتي، فصل ليس لمن انتسب الى مذهب امام.... الخ (ص: ۳۹، ۴۰) ط: منشورات المكتب الاسلامي دمشق)

("صفة الفتوى والمفتي والمستفتي" لأحمد حمدان الحنبلي بتحقيق ناصر الالباني)

ب..... پہلی اذان کے بعد لوگ مکروہ وقت کا دھیان رکھے بغیر جمعہ کی سنتیں اور نوافل وغیرہ پڑھنا شروع کردیتے ہیں، جو کہ مکروہ اوقات میں نماز پڑھنے کی ممانعت والی صریح، صحیح اور مطلق احادیث کے سراسر خلاف ہے:

(۵):.... عن عقبة بن عامر الجهني قال: ثلث ساعات كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ينهانا أن نصلي فيهن أو نقبر فيهن موتانا حين تطلع الشمس بازغة حتى ترتفع وحين يقوم قائم الظهيرة حتى تميل وحين تضيف للغروب حتى تغرب. (جامع الترمذي، أبواب الجنائز، باب ما جاء في كراهية الصلاة على الجنازة عند طلوع الشمس وعند غروبها (۱/۲۰۰) ط: قدیمی کتب خانہ کراچی)

.... سنن أبي داؤد، كتاب الجنائز، باب الدفن عند طلوع الشمس وغروبها (۲/۱۰۱)، ط: مکتبہ رحمانیہ لاہور.

....سنن ابن ماجة، أبواب ماجاء في الجنائز، ماجاء في الأوقات التي لايصلى فيها على الميت ولايدفن (ص:١٠٩) ط: قدیمی کتب خانہ کراچی۔

ج......اس عمل کے مطابق نماز جمعہ سے پہلے کی سنتیں یا تو وقت داخل ہونے سے پہلے ہی پڑھ لی جاتی ہیں، یا سرے سے پڑھی ہی نہیں جاتیں، کیوں کہ زوال ہوتے ہی بلا تاخیر خطبہ جمعہ کے لئے امام حرم تشریف لے آتے ہیں۔ امام صاحب کے آنے کے بعد "إذا ظهر الإمام فلاصلاة ولا كلام" کی رو سے نماز یا کسی قسم کی عبادت ممنوع ہے:

(٦):....واذا خرج الامام فلا صلاة ولا كلام وهو قول الامام لأنه نص النبي صلى الله عليه وسلم (حاشية الطحاوي على مراق الفلاح، كتاب الصلاة، باب الجمعة (٣٣٢/٢) ط: مکتبہ غوثیہ)

....واذا خرج الامام يوم الجمعة ترك الناس الصلاة والكلام حتى يفرغ من خطبته قال: وهذا عند أبي حنيفة.... ولأبي حنيفة قوله عليه السلام "اذا خرج الامام فلا صلاة ولا كلام." (الهداية مع الدراية، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة (أولين: ١٨١) ط: مکتبہ رحمانیہ لاہور)

....واذا صعد الامام على المنبر يجب على الناس ترك الصلاة النافلة.... ويجب ترك الكلام أيضا عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى ولأبي حنيفة رحمه الله ماذكر ابن أبي شيبة في مصنفه عن علي وابن عباس وابن عمر كانوا يكرهون الصلاة والكلام بعد خروج الامام (غنية المتملي شرح منية المصلي المعروف بحلبي كبير، فصل في صلاة الجمعة (ص:٥٦٠) ط: سہیل اکیڈمی لاہور)

اب جن حجاج کرام کے مسلک کے مطابق جمعہ نماز سے پہلے چار رکعت سنت موکدہ ہیں، وہ مجبوراً یہ سنتیں چھوڑتے ہیں، اور احناف کے ہاں جمعہ نماز کی پہلے والی سنتوں کی نماز جمعہ کے بعد قضاء بھی نہیں ہے:

٧:....وهو أن القياس في السنن عدم القضاء كما مر، وقد استدل قاضيخان لقضاء سنة الظهر بما عن عائشة رضي الله تعالى عنها "أن النبي صلى الله عليه وسلم كان اذا فاتته الأربع قبل الظهر قضاهن بعده" فيكون قضائها ثبت بالحديث على خلاف القياس كما في سنة الفجر كما صرح به في الفتح، فالقول بقضاء سنة الجمعة يحتاج الى دليل خاص وعليه فتنصيص المتون على سنة الظهر دليل على أن سنة الجمعة ليست كذلك فتأمل. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب ادراك الفريضة، (٥٨/٢) ط: ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

....منحة الخالق على هامش البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب ادراك الفريضة (٢) ط: ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔

بایں طور یہ طرز عمل ایک اعتبار سے مستقل طور پر ترک سنت کے لئے مجبور کرنے کا ذریعہ بن رہا ہے۔

د......اگر مذکورہ طرز عمل کو حنابلہ کے فتویٰ کے مطابق دُرست طرز عمل قرار دیا جائے اور اُسے متروک اور مرجوح نہ کہا جائے تو بھی دیگر فقہی مذاہب کی رعایت کے پیش نظر یہ طرز عمل دُرست نہیں، کیوں کہ احناف کے علاوہ مالکیہ اور شافعیہ کے مسلک کی رو سے بھی جمعہ کی اذان زوال سے پہلے دینا یا جمعہ کی پہلے والی سنتوں کو مستقل طور پر ترک کرنا جائز نہیں:

(٨):....قد سبق تخريجه انظر حاشية رقم

اس لئے اُمت مسلمہ کی اکثریت کی رعایت کرنا دینی و انتظامی لحاظ سے سعودی حکومت کا فرض بنتا ہے۔ اور اب تک جو معمول چلا آرہا تھا، اسی پر عمل پیرا رہنا ضروری ہے۔ اس لئے کہ اس میں سب کی رعایت ہے، ورنہ ممکن ہے کہ انتہاء پسند لوگ اس طرز عمل کو مخصوص فقہ کے شعوری تسلط کے کھاتے میں ڈال کر کوئی فتنہ و فساد کھڑا کردیں، اُمت مسلمہ جس کی قطعاً متحمل نہیں اور موجودہ نازک حالات میں دانش مندی کے سراسر خلاف ہے۔ الغرض جمعہ کی اذان کا قبل از وقت ہونا اور اس کے نتیجہ میں جمعہ کے مسنون اعمال کا ترک لازم آتا ہے۔ اُمت مسلمہ کے اکثریتی نقطۂ نظر کی رعایت کی خاطر اس کی اِصلاح واجب اور ضروری ہے۔

اگر حرمین شریفین اور مشاعر اسلامیہ کے موقر منتظمین اس دینی مشکل کا احساس فرمالیں اور اس کا حل چاہیں تو صرف پانچ منٹ کی قربانی سے یہ اشکال رفع ہوسکتا ہے، وہ یوں کہ: جمعہ کی پہلی اذان زوال ہوتے ہی فوراً دے دی جائے، اس کے بعد پانچ منٹ سنتوں کی ادائیگی کے لئے وقفہ کرلیا جائے۔ اس کے بعد امام و خطیب منبر نشین ہوجائیں اور جمعہ کے بقیہ اعمال اس کے بعد شروع کردیئے جائیں تو اس میں حنفیہ، شافعیہ اور مالکیہ سب مسالک کی رعایت ہوگی، اور جمعہ کی سنتیں ادا کرنے کا موقع مل جائے گا، اور ان سنتوں کو مستقل طور پر ترک کرنے کا مفسدہ بھی لازم نہیں آئے گا، بل کہ اس طرز عمل سے خود حنابلہ کے اصل مذہب کی رعایت بھی ہوجائے گی۔

۲:......ظہر کی اذان و اقامت کے دوران وقفہ

بھی قدرے بڑھانے کی ضرورت ہے، عام طور پر یہ وقفہ اتنا معمولی ہوتا ہے کہ چار رکعت کی مسنون طریقہ سے اعتدال کے ساتھ ادائیگی مشکل ہو جاتی ہے:

(۹):.....عن جابر أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لبلال یا بلال اذا أذنت فترسل فی أذانک واذا أقمت فاحدر واجعل بین أذانک واقامتک قدر مایفرغ الآکل من أکلہ والشارب من شربہ والمعتصر اذا دخل لقضاء حاجتہ ولا تقوموا حتی ترونی. (جامع الترمذی، أبواب الصلاۃ، باب ماجاء فی الترسل فی الأذان (۱/۴۸)، ط: قدیمی کتب خانہ کراچی)

.....ویفصل بین الأذان والاقامۃ مقدار رکعتین أو أربع یقرأ فی رکعۃ نحو من عشر آیات کذا فی الزاھدي. (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب الثانی فی الأذان، الفصل الثانی فی کلمات الأذان والاقامۃ وکیفیتھما (۱/۵۶، ۵۷)، ط: رشیدیہ کوئٹہ.

.....(ویجلس بینھما) بقدر مایحضر الملازمون مراعیًا لوقت الندب (الا فی المغرب) (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الأذان (۱/۳۸۹) ط: ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

جب کہ ظہر سے پہلے کی چار سنتیں حنفیہ کے ہاں سنت مؤکدہ کے درجہ میں ہیں:

(۱۰):.....وفی الغنیۃ: واختلف فی آکد السنن بعد سنۃ الفجر، فقیل: الأربع قبل الظھر والرکعتان بعدہ والرکعتان بعد المغرب کلھا سواء، والأصح أن الأربع قبل الظھر آکد. (البحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل (۲/۴۸، ۴۹) ط: ایچ ایم سعید کمپنی کراچی.

.....غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، فصل فی النوافل (ص: ۳۸۳) ط: سہیل اکیڈمی لاہور.

.....حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاۃ، فصل فی بیان النوافل (۱/۵۲۸) ط: مکتبہ غوثیہ.

۳:.....امام حرم کی پہلے بیت اللہ کے ارکان میں سے کسی رکن کے پاس دیوار کعبہ کے قریب کھڑے ہوتے تھے اور اس جہت سے مقتدی حضرات لازماً امام سے پیچھے ہی رہتے تھے۔ امام سے آگے ہونے کی نوبت نہیں آتی تھی، لیکن اب کچھ عرصہ سے بعض ائمہ بعض نمازوں میں مطاف کے بعد چبوترے میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور مقتدیوں کو امام کی جگہ کا اندازہ نہیں ہوتا، وہ مطاف میں امام کے آگے صفیں باندھ لیتے ہیں، اس صورت حال میں جو حنفی نمازی امام سے آگے مطاف میں کھڑے ہوں گے، ان کی نماز فقہ حنفی کی رو سے فاسد ہوگی:

(۱۱):.....(ویصح لو تحلقوا حولھا، ولو کان بعضھم أقرب الیھا من امامہ ان لم یکن فی جانبہ) لتأخرہ حکماً، وفی رد المحتار: (قولہ: ان لم یکن فی جانبہ) أما اذا کان أقرب الیھا من الامام فی الجھۃ التی یصلی الیھا الامام بأن کان متقدمًا علی الامام بحذائہ فیکون ظھرہ الی وجہ الامام أو کان علی یمین الامام أو یسارہ متقدمًا علیہ من تلک الجھۃ ویکون ظھرہ الی الصف الذی مع الامام ووجھہ الی الکعبۃ فلا یصح اقتداء ہ لأنہ اذا کان متقدمًا علیہ لایکون تابعًا لہ. بدائع. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ فی الکعبۃ (۲/۲۵۴، ۲۵۵) ط: ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

.....البحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ فی الکعبۃ (۲/۲۰۰) ط: ایچ ایم سعید کمپنی کراچی.

.....غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی المعروف بحلبی کبیر، فصل فی مسائل شتی (ص: ۶۱۲) ط: سہیل اکیڈمی لاہور.

یہ مفسدہ بھی معمولی توجہ اور مختصر انتظام سے دور ہو سکتا ہے۔ وہ اس طرح کہ یا تو امام حرم حسب سابق دیوار کعبہ کے قریب جا کر کھڑے ہوں، جیسا کہ پہلے ہوتا رہا ہے، اور اب بھی بعض کا معمول ہے۔ اس طریق میں سب کی رعایت رہے گی، یا کم از کم امام کے سامنے والے مطاف کے حصہ کو کچھ دیر کے لئے اس طرح پیک کر لیا جائے، جیسے صفائی اور دھلائی کے لئے پیک کر لیا جاتا ہے تو یہ مشکل آسان ہو سکتی ہے، اور کسی کی نماز فاسد ہونے کا اشکال بھی نہیں رہے گا۔

۴:.....حرمین شریفین میں دروس اور دیگر خدمات پر مامور ہمارے ہندی، پاکستانی یا بنگلہ دیشی بھائیوں کا لب ولہجہ اور حجاج کرام کے ساتھ ان کا برتاؤ اور اختلافی مسائل پر زور دینے کا طرز عمل بھی قابل غور ہے۔ گو کہ سعودی حکومت نے اختلافی مسائل کے بیان پر قانونی طور پر کنٹرول کی کافی کوشش کر رکھی ہے، مگر کئی مواقع پر دیکھا گیا ہے کہ ہمارے قومی بھائی یہاں کی ناراضگی اور ناگواری کا اظہار وہاں حاجیوں پر کرنے کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں، اس لئے سعودی حکومت کو ایسے لوگوں پر کنٹرول کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ لوگ سعودی حکومت کے لئے نفرت کا ذریعہ بن رہے ہیں۔ اس موضوع پر فی الحال اسی اجمال پر اکتفاء ہے، اللہ کرے تفصیلات میں جانے کی نوبت نہ آئے۔ (جاری ہے)

اسلام بیزار طبقہ اور ہماری ذمہ داری

گزشتہ دنوں، مسلم نام کے حامل ایک پاکستان نژاد شخص (طارق فتح) کی ہندوستان آمد ہوئی، جس نے اپنی اسلام مخالف اور مسلم دشمن ناپسندیدہ سرگرمیوں سے وطن عزیز کے ماحول کو خراب کیا اور مسلمانوں کے لئے مسائل کھڑے کرنے کی کوشش کی۔ ''فتح کا فتویٰ'' نام سے زی ٹی وی پر چلنے والے اس کے پروگرام نے فضا کو بڑی حد تک مسموم کیا، لیکن ہمارے علماء اور دین پسند نوجوانوں نے اس فتنے کا مقابلہ مختلف سطحوں پر کیا، بعض فضلاء نے دورِ جدید کے وسائل کا سلیقہ سے استعمال کرکے اس کا کامیاب تعاقب کیا۔ اب اگرچہ یہ شخص ہندوستان سے جا چکا ہے، لیکن یہ سوال تو بہر حال ہمارے سامنے کھڑا ہے کہ ایسے حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہئے، ذیل کی سطور میں اسی پس منظر کو سامنے رکھ کر چند ضروری باتیں عرض کی گئی ہیں۔ (مدیر)

مولانا محمد سلمان بجنوری

اسلامی تعلیمات پر حملہ کرنے والے اور مسلمانوں کی تصویر بگاڑنے والے افراد، خواہ مسلم نام کے حامل ہوں اور مسلم خاندانی پس منظر رکھتے ہوں یا باضابطہ غیر مسلم پس منظر اور غیر مسلم نام کے حامل ہوں، ان دونوں کی قسم کے لوگوں کی زہرناکی تقریباً یکساں ہے، بلکہ بسا اوقات مسلم نام والے زیادہ بڑے نقصان کا سبب بن جاتے ہیں، خصوصاً اس لئے کہ مسلم نام کے ساتھ کافرانہ کردار، مسلمانوں میں اشتعال پیدا کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ماضی قریب میں ہمارے یہاں، اس گھناؤنے کردار کے حوالے سے، سلمان رشدی، تسلیمہ نسرین اور اب طارق فتح جیسے لوگ زیادہ جانے گئے یا بدنام ہوئے، جب کہ اسی دور میں دوسرے مذاہب کے ماننے والوں میں بہت سے لوگوں نے یہی کردار ادا کیا۔ مثلاً اسلام کو ایک برائی قرار دینے والا امریکی پادری فرینکلن گراہم، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کرنے والا پادری جیری فال ویل اور اسی قسم کی ہفوات بکنے والا ویٹیکن کا پوپ بینڈ یکٹ شانزدہم وغیرہ۔

اس سلسلے میں قابل توجہ بات یہ ہے کہ اس قسم کے لوگوں کی فتنہ انگیزی کے جواب میں عام طور پر ہمارا طرز عمل یہ رہا ہے کہ ہم وقتی کارروائیوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ مثلاً احتجاج کرتے ہیں، حکومتوں سے ان پر پابندی لگانے کا مطالبہ کرتے ہیں اور ان سے نفرت کا اظہار کرتے ہیں اور اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں کہ یہ اقدامات ہماری ایمانی غیرت کا تقاضا بھی ہیں اور اس فتنے کے وقت کی ضرورت بھی، لیکن اس کے ساتھ یہ بات بھی تسلیم کرنے میں تامل نہیں ہونا چاہئے کہ یہ اقدامات اصل مسئلہ کے حل کے لئے قطعی طور پر ناکافی ہیں اور اس کی وجہ سادہ الفاظ میں یہ ہے کہ ہمارے یہ اقدامات وقتی اور عارضی ہوتے ہیں جب کہ یہ مسئلہ مستقل اور دائمی ہے۔

دراصل یہ حق و باطل کی ایک رزمِ مسلسل ہے جس کا آغاز اسی وقت ہو گیا تھا جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق اپنی آخری اور کامل و مکمل شکل میں اسلام کے نام سے آیا، اس وقت اسلام کی مخالفت کا ایک سلسلہ تو کفار و مشرکین کی جانب سے براہ راست شروع ہوا، لیکن ایک دوسرا سلسلہ یہود و نصاریٰ کی جانب سے شروع ہوا جو اس قدر کھلا اور سیدھا مقابلہ نہیں تھا بلکہ آج کل کی زبان میں بڑی حد تک پراکسی وار (غیر راست جنگ) کی حیثیت رکھتا تھا، لیکن دنیا کے مزاج کے مطابق یہی زیادہ خطرناک اور دور رس تھا، یہود و نصاریٰ نے ابتدائی دور میں عمومی طور پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف راست جنگ سے گریز کیا، مگر اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف پروپیگنڈا اور مسلمانوں میں انتشار پھیلانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا، انہوں نے اسی دور سے اسلامی تعلیمات کو نشانہ بنانے، قرآن کریم کے بارے میں شک پیدا کرنے اور حضور علیہ السلام کی شخصیت کو مجروح کرنے کی کوشش ایک مہم کے طور پر جاری رکھی، اس مہم نے تاریخ کے ایک موڑ پر تحریک استشراق کی شکل اختیار کی اور اب جہاں کہیں بھی اس ذہنیت کے افراد یا تحریکات سامنے آتی ہیں وہ اسی تحریک استشراق کے برگ و بار اور اسی کلی کے جزئیات ہیں۔

اب ظاہر ہے ایک مسلسل تحریک کا مقابلہ وقتی اقدامات سے تو نہیں ہو سکتا، اس لئے ضرورت ہے کہ اس میدان میں منصوبہ بندی کے ساتھ جہد مسلسل کا آغاز کیا جائے۔

اس موقع پر ضروری ہے کہ تحریک استشراق پر ایک سرسری نظر ڈال لی جائے۔ استشراق کے لفظی معنی تو ہیں، مشرق کو جاننے کی طلب یا شرق شناسی، اصطلاحی اعتبار سے استشراق کی مختلف تعریفات کی گئی ہیں جن کا آسان خلاصہ یہ ہے کہ اہل مغرب یعنی یورپین لوگوں کا، مشرق کے عقائد، تاریخ، فنون اور تہذیب و ثقافت کو جاننا اور اس کا مطالعہ کرنا، جس میں مرکزیت اسلام کے مطالعہ کو

حاصل ہے۔ اسی سے لفظ مستشرق نکلا ہے، جس کا مفہوم ماہر علوم شرقیہ یا عالم مشرقیات ہے۔ تحریک استشراق کا آغاز کب ہوا؟ یا سب سے پہلے مستشرق کا لفظ کب اور کس کے لئے استعمال ہوا؟ اس میں مورخین کی آراء مختلف ہیں، لیکن اکثر حضرات کی رائے میں اس تحریک کا موجودہ مفہوم میں آغاز دسویں صدی عیسوی میں ان یورپین راہبوں سے ہوا جنہوں نے مشرقی علوم وفنون کے حصول کے لئے اندلس کا سفر کیا، جن میں جربرٹ آف اور ے لیک، پطرس المحترم اور ریمنڈ مارتن کے نام شامل ہیں، لیکن ہمارے لئے اس وقت اس تاریخی بحث سے زیادہ اہم اس تحریک کے مقاصد اور محرکات ہیں۔

تحریک استشراق کے مقاصد و محرکات

مورخین نے اپنے اپنے انداز سے بیان کئے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ استشراق کے محرکات وعوامل پانچ ہیں:

۱:... **مذہبی:** یہ تحریک استشراق کا اصل محرک ہے کہ اسلام کا چہرہ مسخ کیا جائے اور اسلامی تعلیمات کے بارے میں تشکیک پیدا کرکے مسلمانوں کو بھی اسلام سے دور کیا جائے اور عیسائیوں کو بھی اسلام کی طرف آنے سے روکا جائے، اس نوع کے مستشرقین میں اہم نام یہ ہیں: گولڈزیہر، نولڈکے، رچرڈ بیل، ہنجس بلیشے اور ولہاؤزن وغیرہ۔

۲:... **استعماری:** انیسویں صدی میں عالم اسلام کا اکثر حصہ مغربی استعمار کے ماتحت ہوگیا تھا، اپنے اس غلبہ کو برقرار رکھنے کے لئے مشرقی واسلامی علوم وفنون کا استعمال کیا، نیز اس کے لئے قدیم قومیتوں کو ابھارا گیا جیسے مصر میں فرعونیت اور لبنان، فلسطین اور سوریا کے علاقوں میں فینیقیت تاکہ اسلامی اتحاد کو پارہ پارہ کیا جاسکے۔

۳:... **تجارتی:** اس میں عالم اسلام کے قدرتی وسائل پر قبضہ کی کوششیں شامل ہیں۔

۴:... **سیاسی:** اس مقصد کے لئے عرب ملکوں میں مغربی ملکوں کے سفارت خانوں کے اندر اسلامی ومشرقی علوم وفنون کے ماہرین کو سیکریٹری یا کلچر اتاشی کے طور پر رکھا گیا تاکہ وہ وہاں فتنہ انگیزی کرسکیں۔

۵:... **علمی:** یہ محرک سب سے کم ہے، لیکن بہرحال کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اپنے علم میں اضافہ کی خاطر مشرقی واسلامی علوم فنون کو حاصل کیا۔ اس جگہ یہ اعتراف بھی ضروری ہے کہ مقاصد کے اختلاف کے باوجود مستشرقین کی محنت سے بے شمار قدیم اسلامی علمی نوادر ومخطوطات زیور طبع سے آراستہ ہوئے اور ان پر بے شمار تحقیقی کام ہوئے، لیکن مجموعی طور پر اس تحریک کا رخ اسلام مخالف ہی رہا۔

اس تحریک کے مقاصد میں بنیادی طور پر یہ چیزیں شامل ہیں:

۱:... مسلمانوں کو اپنے نبی، قرآن، شریعت اور فقہ اسلامی کے بارے میں شبہات میں مبتلا کرنا۔

۲:... مسلمانوں کا اپنے تہذیب وثقافت سے اعتماد اٹھانا۔

۳:... عقائد وافکار میں کمزوری پیدا کرنا۔

۴:... اخوت اسلامی کی روح کو کمزور کرنا۔

ان مقاصد کے حصول کے لئے درج ذیل نکات پر بنیادی حیثیت سے کام کیا گیا:

۱:... **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار:** اس کے لئے آپ کی شخصیت کو ہر طرح مجروح اور بدنام کرنے کی کوشش منظم انداز میں کی گئی اور آج تک جاری ہے۔

۲:... **قرآن کریم کے کتاب الٰہی ہونے کا انکار:** اس پر بھی تفصیل سے محنت کی گئی تاکہ کسی طرح قرآن کے کتاب الٰہی ہونے کو مشکوک بنایا جاسکے۔

۳:... **اسلام کے دین سماوی ہونے کا انکار:** اس کے لئے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی کہ اسلام یہودیت وعیسائیت سے مستفاد ہے۔

ان تینوں مقاصد کے لئے وحی الٰہی کا بھی انکار کیا گیا یعنی یہ کہ آسمان سے کسی فرشتے کا وحی لے کر آنا، ایک وہم ہے جو بعض بیماریوں کا نتیجہ ہے، اس پر مستقل کتابیں لکھی گئیں۔

۴:... **حدیث نبوی کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرنا:** تاکہ اس پر سے مسلمانوں کا اعتماد اٹھ جائے۔

یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ اکثر مستشرقین نے یہ کام ایک منصوبہ کے تحت کئے اور بعض اپنی ناقص معلومات کی بنا پر ان مقاصد کے لئے استعمال ہوئے۔

یہ تحریک استشراق پر ایک سرسری نظر ہے جس سے اس فتنہ کی سنگینی کا ہلکا سا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، ایک نہایت اہم بات یہ کہ ان مستشرقین کا کام عموماً چونکہ مغربی زبانوں میں ہے، اس لئے ہمارے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے بھی اسلام کے بارے میں معلومات کا ذریعہ اکثر وبیشتر مستشرقین ہی کی کتابیں ہیں، اس لئے ان کی معلومات بھی اسلام کے بارے میں ناقص اور غلط فہمیوں سے پُر ہیں، جس کے نتیجے میں اس طبقہ کے زیادہ کج فکر لوگ سلمان رشدی یا طارق فتح بن جاتے ہیں اور عام لوگ جدت پسند ہوجاتے ہیں۔

اب اندازہ لگایا جائے کہ اس درجہ منظم تحریک جس کی پشت پر ہر دور میں حکومتوں کی طاقت اور وسائل رہے ہیں، اس کا مقابلہ کس درجہ منظم

انداز میں کرنے کی ضرورت ہے۔

ایسا بھی نہیں ہے کہ اس موضوع پر کوئی کام نہ ہوا، حقیقت یہ ہے کہ بیسویں صدی کے نصف اخیر میں استشراق اور مستشرقین پر خاصا کام ہوا ہے، جس کا اندازہ کرنے کے لئے عربی میں شیخ مصطفی سبائی کی ''الاستشراق والمستشرقین''، دکتور عبدالقہار داؤد عبداللہ العانی کی ''الاستشراق و الدراسات الاسلامیہ'' اور اردو میں ''اسلام اور مستشرقین'' (مرتبہ سید صباح الدین عبدالرحمن مرحوم ۷؍جلدیں) اور ''اسلام اور مستشرقین'' مرتبہ ڈاکٹر حافظ محمد زبیر کا مطالعہ مفید ہوگا۔ خود ہمارے اکابر دیوبند اور ان سے پہلے علماء امت کی کتابوں میں بڑا مواد موجود ہے، جس سے اس موضوع پر کام کرنے میں مدد مل سکتی ہے اور بعض حضرات جیسے حجۃ الاسلام حضرت اقدس مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حکیم الامت حضرت اقدس تھانویؒ وغیرہ نے باقاعدہ موضوع بنا کر اسلام کے دفاع کا کام کیا ہے، لیکن آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ان موضوعات پر مسلسل اور تفصیلی کام کیا جائے اور وہ عربی اور اردو کے علاوہ انگریزی اور دیگر یورپین زبانوں میں نیز ہمارے ملک کی زبان ہندی میں بھی ہو تاکہ پوری وضاحت کے ساتھ حق کا پیغام عام ہو سکے۔ خاص طور سے فضلاء مدارس ان موضوعات پر محنت کرنے کی کوشش کریں کہ یہ خدمت دین کا وسیع ترین میدان ہے۔

اسی کے ساتھ وقتاً فوقتاً اٹھنے والے ان فتنہ گروں کے خلاف قانونی چارہ جوئی سے بھی گریز نہ کیا جائے بلکہ اس پر روک لگانے کے لئے اپنے اپنے ملکوں میں قانون سازی کی بھی کوشش کی جائے۔

(بشکریہ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، اپریل ۲۰۱۷ء)

کھجور

''عن عامر بن سعید رضی اللّٰہ عنہ، عن ابیہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من تصبح کل یوم سبع تمرات عجوۃ لم یضرہ فی ذلک الیوم سم ولا سحر۔''

ترجمہ: ''عامر بن سعید رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہر صبح کو سات عجوہ کھجوریں کھالے تو اس دن اسے نہ کوئی زہر اور نہ ہی کوئی جادو نقصان پہنچا سکتا ہے۔''

کھجور کا شمار دنیا کے قدیم ترین درختوں میں ہوتا ہے۔ مورخین کا خیال ہے کہ یہ تین ہزار سال قبل مسیح میں بھی موجود تھا۔ کھجور پھلوں میں ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔ یہ توانائی کا خزانہ ہے جو فوری طور پر ہضم ہو کر جسم کو قوت پہنچاتا ہے۔ قبض کشا ہے۔ آنتوں کو طاقت دیتی ہے اور ان کی حرکت دوریہ کو تیز کرکے ان میں رکے ہوئے زہریلے فضلات کو بدن سے باہر نکال دیتی ہے۔ ہاضمہ کی خرابی اور تبخیر معدہ کی شکایت میں بھی مفید ہے۔ بدن کو موٹا کرتی ہے اور زخموں کو مندمل کرتی ہے۔ یرقان کے لئے بہترین دوا ہے، کیونکہ پتے اور جگر کے فعل کو درست کرتی ہے۔ قوت باہ کو بڑھاتی ہے۔ مقامی طور پر مسکن ہے، جلن کو دور کرتی ہے۔ اس کے علاوہ کھجور میں ایسے اجزا پائے جاتے ہیں جو گردے، مثانے اور پتے میں پتھری بننے کے عمل کو روکتے ہیں۔ تپ دق کے مرض میں اکسیر ہے کیونکہ بلغم کا اخراج کرنے کے ساتھ ساتھ جسم کو بھرپور قوت بھی فراہم کرتی ہے۔ منہ کی خشکی کو دور کرتی ہے۔

کھجور کی دوسری قسم چھوارا ہے۔ گرم خشک ہے۔

چھوارا بلغم کو خارج کرتا ہے۔ یہ نزلہ، زکام، کھانسی اور بلغم سے پیدا ہونے والے تمام امراض مثلاً فالج، لقوہ، رعشہ اور استرخاء وغیرہ کے لئے اکسیر کامل ہے۔ جسم کی بڑھتی ہوئی رطوبت کو کم کرتا ہے اور لو بلڈ پریشر میں بطور دوا اور غذا مستعمل ہے۔ اس کے استعمال سے نقاہت اور کمزوری دور ہو جاتی ہے۔ خون کے سرخ ذرات کو بڑھاتا ہے اس لئے خون کے سرطان کے مرض میں جس میں خون کے سرخ ذرات کم ہو جاتے ہیں، اس کا استعمال بہت مفید ہے۔ امراض نسواں اور استقرار حمل میں مفید ہے۔ بلا شکر پیشاب کی زیادتی اور بچوں میں پیشاب کے قطرے ٹپکنے کے مرض میں مفید ہے۔ جسم کو قوت بخشتا ہے اور چہرے کو خوبصورت بناتا ہے۔

ڈاکٹر غزالہ علیم

کلام نبوی ﷺ کی کرنیں!

مولانا عبدالمالک

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حاجی! کبھی محتاج نہیں ہوتا۔'' (بزار طبرانی)

حج پر اخراجات بہت زیادہ آتے ہیں، آج کی طرح پہلے ادوار اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی دوسرے کاموں سے بڑھ کر دو کاموں میں مال خرچ ہوتا تھا: ''قتال فی سبیل اللہ اور حج'' دونوں میں سفر بھی ہوتا ہے، سواری کی بھی ضرورت ہوتی اور مال بھی خرچ ہوتا تھا، ایک عام مسلمان یہ سوچ سکتا تھا کہ جو رقم میرے پاس ہے، اسے حج پر خرچ کر دوں یا عمرے پر تو پھر دوسرے کام کیسے ہو سکیں گے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خدشے کو دور فرمایا کہ حج وعمرہ پر خرچ ہونے والی رقم کے سبب آدمی محتاج اور فقیر نہیں ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ اس کے عوض مال عطا فرمادیتے ہیں گویا خرچ مزید آمدنی کا باعث ہو جاتا ہے، تب مالدار لوگوں کے لئے حج پر جانے سے کوئی چیز مانع نہیں ہونی چاہئے۔

حضرت خلاد بن سائب اپنے والد حضرت سائب بن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے پاس جبرئیل امین علیہ السلام تشریف لائے اور مجھے حکم دیا کہ میں اپنے اصحاب کو حکم دوں کہ وہ بلند آواز سے تلبیہ کہیں، ابن ماجہ میں ہے کہ یہ حج کا شعار ہے۔'' (سنن ترمذی)

لبیک دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے پکار کا جواب ہے، جنہوں نے اس وقت جواب دیا تھا، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حج کے لئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے پکارا تھا، وہ آج بھی جواب دیتے ہیں اور حج پر جاتے ہیں، ان حجاج کرام کے لئے یہ ہدایت ہے کہ تلبیہ بلند آواز سے پڑھا کریں، کیونکہ یہ تلبیہ حج کی خصوصی نشانی ہے، اس نشانی کو رضائے الٰہی کے حصول کے لئے بلند آواز سے پڑھنا چاہئے تاکہ اردگرد کے اہل علاقہ بھی لبیک کے گواہ بن جائیں اور وہ بھی حاضری کے اعلان کا لطف اٹھائیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حج میں مال خرچ کرنے کا ثواب جہاد فی سبیل اللہ میں مال خرچ کرنے کے مثل ہے، ایک درہم کا ثواب ۷۰۰ درہم کے برابر۔'' (براز طبرانی)

اللہ تعالیٰ کی ذات کس قدر مہربان ہے اپنے بندوں کو جب کوئی مشکل حکم دیتے ہیں تو اس کا اجر بھی زیادہ عنایت فرماتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: ''تجھے جو اجر ملے گا وہ تمہارے مشقت اور خرچ کے اندازے کے مطابق ملے گا۔'' (مستدرک حاکم)

حج اور قتال فی سبیل اللہ جہاں مشکل کام ہیں، اس کے ساتھ ہی ان میں خرچ بھی زیادہ آتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان میں اجر بھی عام نیکیوں میں خرچ کے مقابلے میں زیادہ رکھا ہے، عام نیکیوں میں خرچ کا اجر ایک اور ۱۰ کا ہے لیکن حج اور قتال فی سبیل اللہ میں ایک اور ۷۰۰ کا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب آدمی حج کے لئے حلال اور پاکیزہ مال کے ساتھ نکلتا ہے اور رکاب میں پاؤں رکھا اور ''لبیک اللھم لبیک'' کی صدا لگاتا ہے تو آسمان سے اس کی پکار کا جواب دینے والا جواب دیتا ہے: ''لبیک وسعدیک'' ہم بھی حاضر ہیں، بار بار مدد کریں گے، تیرا زادراہ حلال ہے، تیری اونٹنی اور حج پاکیزہ ہے اور مقبول ہے، اس پر تجھے کوئی گناہ نہ ہوگا، لیکن جب ناپاک خرچ کے ساتھ نکلتا ہے اونٹنی کی رکاب میں پاؤں رکھتا اور ندا دیتا ہے: ''لبیک اللھم لبیک'' تو آسمان سے ندا دینے والا ندا دیتا ہے: ''کوئی لبیک نہیں ہے اور کوئی مدد نہیں ہے، تیرا زادراہ حرام اور تیرا خرچ حرام ہے اور تیرا حج گناہ ہے، کوئی نیکی نہیں اور مقبول نہیں ہے۔

(طبرانی اوسط، اصفہانی عن سلمہ مولی عمر بن الخطاب)

رکاب میں پاؤں رکھنے سے مراد سواری پر سوار ہونا ہے، پہلے زمانے میں سواریاں اونٹ، گھوڑے، خچر اور گدھے وغیرہ کے ہوتے تھے، آج کل ہوائی جہاز اور بحری جہاز ہیں، یا گاڑیاں، بسیں اور کاریں ہیں جو بھی سواری میسر ہو جب آدمی اس پر چڑھے تو اسے تلبیہ پڑھنا چاہئے، جب زادراہ اور خرچ حلال ہو تو آسمان سے قبولیت کی ندا آتی ہے اور جب حرام ہو تو اس کے مردود ہونے کی اطلاع دے دی جاتی ہے، اس لئے حرام مال سے حج وعمرہ سے سختی سے اجتناب کرنا چاہئے ورنہ ایک مرتبہ مردودیت کا ٹھپہ لگ گیا تو پھر اسے دھونا بہت زیادہ مشکل ہوگا، حج اور عمرے اور جہاد میں حرام اور ناپاک مال کی نحوست کا دائرہ بہت زیادہ وسیع ہے جس طرح ان دونوں میں حلال مال کا دائرہ اور اس کی برکات کا دائرہ بہت زیادہ وسیع ہے، اللہ تعالیٰ رزق حلال عطا فرمائے اور رزق

حرام سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا ارادہ فرمایا تو ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کراؤ، اس نے کہا کہ میرے پاس کوئی سواری نہیں ہے جس پر میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کراؤں، اس نے کہا کہ مجھے اپنے فلاں اونٹ کے ذریعے حج کراؤ، اس نے کہا کہ وہ تو قتال فی سبیل اللہ کے لئے وقف ہے، اس پر سوار ہوکر لڑائی میں جایا جاسکتا ہے، حج میں نہیں۔ اس کے بعد وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بیوی کے ساتھ ہونے والی بات چیت کا تذکرہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار ہوجاؤ! اگر تم نے اپنی بیوی کو اسی اونٹ پر حج کرایا تو وہ فی سبیل اللہ ہوگا، یعنی جہاد فی سبیل اللہ شمار ہوگا، اس نے کہا کہ بیوی نے مجھ سے کہا ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کروں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کے برابر حج کس طرح ہوجائے؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: اسے میری طرف سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہو، پھر کہو کہ رمضان المبارک میں عمرہ میرے ساتھ حج کے برابر ہے۔ (ابوداؤد، ابن خزیمہ) بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ:

"رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔"

ابن حبان میں ہے کہ حضرت ام سلیمؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئیں اور عرض کیا: ابوطلحہ اور اس کے بیٹے نے حج کرلیا اور مجھے اپنے ساتھ نہیں لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام سلیمؓ! رمضان میں عمرہ میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔ (مختصر الترغیب والترہیب)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت پر شفقت فرمانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، اگر کوئی خاتون آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج پر نہیں جاسکی تو اسے ایسے عمرہ کی طرف راہنمائی فرمادی جس کے ذریعے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کی فضیلت حاصل کرلے۔ حضرت ام سلیمؓ کے ساتھ اور ان کے ذریعے دوسری تمام صحابیاتؓ اور قیامت تک کے لئے مومنات ومسلمات کو رمضان المبارک میں عمرہ کی طرف متوجہ فرماکر حج کی فضیلت حاصل کرلینے کی راہ بتلادی۔ فجزاہ اللّٰہ تعالیٰ عنا وعن جمیع المسلمین۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شفقت سے فائدہ اٹھانے والے بے شمار اہل ایمان دنیا بھر میں موجود ہیں جو رمضان المبارک میں عمرہ کرکے حج کی فضیلت حاصل کرلیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان میں شامل فرمادے۔ آمین۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی دن بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذوالحجہ کے دنوں سے افضل نہیں ہے اور کوئی دن بھی عرفہ کے دن سے افضل نہیں ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس دن آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور زمین والوں کے ذریعے آسمان والوں پر فخر فرماتے ہیں، فرماتے ہیں:

"دیکھو! میرے بندوں کی طرف، وہ میری طرف آتے ہیں اس حال میں کہ بال پراگندہ ہیں، چہرے اور جسم غبار آلود ہیں، ننگے سر دھوپ میں چل کر آئے ہیں اور دھوپ ہی میں کھڑے ہیں، دور دراز علاقوں سے پہنچے ہیں، میری رحمت کے امیدوار ہیں اور انہوں نے میرے عذاب کو دیکھا نہیں پھر کوئی دن عرفہ کے دن کے مقابلے میں نہیں دیکھا گیا جس میں آگ سے زیادہ لوگوں کو آزادی ملے۔"

(ابویعلیٰ، بزار، ابن حبان)

ابن خزیمہ اور بیہقی میں ہے کہ: میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انہیں بخش دیا ہے، فرشتے کہتے ہیں: "ان میں ایک ایسا آدمی بھی ہے جو حرام کاموں کا مرتکب ہوتا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں نے ان سب کو اس مجرم سمیت بخش دیا ہے۔"

(مختصر الترغیب والترہیب)

اللہ تعالیٰ کی مغفرت بڑی وسیع ہے، اس میں تعجب کی بات نہیں ہے، عبادت بھی بہت بڑی ہے اور رب کریم کی رحمت وکرم بھی بڑے وسیع ہیں۔ حدیث قدسی ہے:

"ان رحمتی سبقت غضبی"

ترجمہ: "یقیناً میری رحمت میری غضب پر غالب ہے۔"

اللہ تعالیٰ اگر مغفرت فرمانا چاہے تو پھر کون ہے جو اس کی مغفرت کی راہ میں مانع ہوسکے، نہ کوئی آدمی اور نہ کوئی گناہ مانع ہوسکتا ہے، مانع اس کی مشیت اور ارادہ ہی ہوسکتا ہے، وہ چاہے تو معاف کرے اور چاہے تو معاف نہ کرے، اس کے بندے دنیا کے کونے کونے سے اس کی پکار پر جمع ہیں تو پھر بخشش کا اس سے بہتر اور مناسب اور اہم موقع کون سا ہوسکتا ہے؟ اس لئے اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی مغفرت عام ہوتی ہے اور تمام گناہ گار جو میدان عرفات اور میدان مزدلفہ میں جمع ہوتے ہیں سب کی مغفرت ہوجاتی ہے، کتنی بڑی شان ہے اس غفور و رحیم ذات کی۔

"اللّٰھم اغفرلنا ولوالدین ولجمیع المومنین والمومنات والمسلمین والمسلمات بل الاحیاء منھم والاموات۔" ☆☆☆

تقابلِ ادیان ومسالک.....تقاضے اور آداب

مولانا زاہدالراشدی

الشریعہ اکادمی گوجرانوالہ میں سالانہ دورۂ تفسیر کے دوران ''تعارفِ ادیان و مذاہب'' کے موضوع پر بھی چند محاضرات ہوتے ہیں۔ اس سال اس سلسلہ میں طلبہ کے سامنے کی جانے والی تمہیدی گفتگو کا خلاصہ نذرِ قارئین ہے۔

بعد الحمد والصلوٰۃ! ہمارے ہاں ''تقابلِ ادیان'' کے عنوان سے مختلف مدارس اور مراکز میں کورسز ہوتے ہیں جن میں ادیان و مذاہب کے درمیان چند اعتقادی اختلافات پر مباحثہ و مناظرہ کی تربیت دی جاتی ہے جو اپنے مقاصد کے اعتبار سے انتہائی ضروری ہے اور اس کی افادیت سے انکار نہیں ہے۔ مگر میری طالب علمانہ رائے میں یہ اس وسیع تر موضوع کے لحاظ سے انتہائی محدود اور جزوی سا دائرہ ہے جبکہ اس عنوان پر اس سے کہیں زیادہ وسیع تناظر میں گفتگو کی ضرورت ہوتی ہے۔

تقابلِ ادیان سے پہلے تعارفِ ادیان:

اس سلسلہ میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ تقابل سے پہلے تعارف ضروری امر ہے کہ جس گروہ سے آپ اختلاف کر رہے ہیں اس کا کم از کم اجمالی تعارف تو آپ کے سامنے ہو کہ:

اس کا آغاز کب ہوا تھا اور اس کی مختصر تاریخ کیا ہے؟

آپ کے ساتھ اس گروہ کے اختلافات کا بنیادی دائرہ کیا ہے؟

بڑے بڑے مختلف فیہ مسائل کون سے ہیں؟

اس گروہ کے ساتھ آپ کے سماجی اور معاشرتی تعلقات کی نوعیت کیا ہے؟

اور اعتقادی اختلافات سے ہٹ کر آپ دونوں کے درمیان سیاسی، معاشرتی اور سماجی تنازعات کیا ہیں؟

اس مجموعی تناظر سے آگاہی کے بغیر چند اختلافی مسائل پر مباحثہ کرنا مناظرے کے ماحول میں تو یقیناً فائدہ مند ہوتا ہے لیکن آج کے عالمگیر ماحول (EnvironmentGlobal) میں اس گروہ کے صحیح معاشرتی مقام کی پہچان اور اس کے ساتھ معاملات و تنازعات کے تعین میں اس سے کوئی راہنمائی نہیں ملتی۔ مثلاً مسیحیت کے بارے میں دیکھ لیجئے کہ اس مذہب کے ساتھ اعتقادی مباحث میں (۱) توحید یا تثلیث، (۲) کفارہ، (۳) ابنیت مسیح (۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمانوں پر اٹھایا جانا وغیرہ مسائل یقیناً اہمیت رکھتے ہیں لیکن عملی معاملات میں اس سے کہیں زیادہ اہم امور یہ ہیں کہ

> قادیانیت کے ساتھ ہمارے اعتقادی مباحث میں (۱) ختم نبوت یا اجرائے نبوت (۲) رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام (۳) صدق و کذب مرزا جیسے مسائل یقیناً بنیادی اور مرکزی نوعیت کے ہیں جن کا علماء وطلبہ کو پڑھانا ضروری ہے

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے دور میں مسیحی مسلم تعلقات کی نوعیت کیا تھی؟

رومیوں کے ساتھ مسلمانوں کی جنگوں کا تناظر کیا تھا؟

صلیبی جنگوں کا مقصد اور نتیجہ کیا تھا؟

خلافتِ عثمانیہ اور صلیبیوں کی کشمکش کا ماحول کیا تھا؟

بہت سے مسلمان ممالک پر چند مسیحی ممالک نے نوآبادیاتی قبضہ کیسے کر لیا تھا؟

مسلمانوں کے علوم و معارف کو تشکیک کا نشانہ بنانے کے لئے استشراق کی علمی و فکری تحریک کے اہداف و نتائج کیا تھے؟

اور اس وقت دنیا بھر میں مسلمانوں اور مسیحیت کے باہمی تعلقات و تنازعات کی صورتحال کیا ہے؟

وغیر ذلک۔

اعتقادی مباحث تو مسیحی دنیا نے ایک عرصہ سے ترک کر رکھے ہیں اور انہوں نے مسلمانوں کے مقابلہ میں بہت سے دیگر ذرائع اور اسباب اختیار کیے ہوئے ہیں جو ہمارے تعلیمی موضوعات سے ہی خارج ہیں۔ یہی صورتحال یہودیت، ہندوازم، سکھ مت اور

بدھ مت کے بارے میں بھی ہے۔ یہ وہ مذاہب ہیں جو آج کی موجودہ دنیا میں ہمارے معاصر ہیں اور ان کے ساتھ دنیا کے مختلف حصوں میں مسلمانوں کو ہر وقت مسائل درپیش رہتے ہیں۔

مسلمانوں کے داخلی مذاہب کا معاملہ:

اسی طرح مسلمانوں کے داخلی مذاہب کا معاملہ بھی ہے۔ دنیا بھر میں مسلمان کہلانے والی پونے دو ارب کے لگ بھگ آبادی کو جس گروہ بندی کا سامنا ہے اور جن حصوں بخروں میں وہ اس وقت نہ صرف تقسیم بلکہ باہم برسرِ پیکار ہے اس کے پورے تناظر میں ہم اگر کہیں بات کرتے بھی ہیں تو وہ چند اعتقادی مباحث تک محدود ہوتی ہے۔ مجھے اس کی اہمیت و ضرورت سے کسی درجہ میں بھی انکار نہیں ہے لیکن یہ صرف ایک جزوی سا پہلو ہے جو ناکافی ہے۔ یہاں میں مثال کے لئے قادیانیت کا حوالہ دوں گا کہ ان کے ساتھ ہمارے اعتقادی مباحث میں (۱) ختم نبوت یا اجرائے نبوت (۲) رفع و نزول عیسیٰ علیہ السلام (۳) صدق و کذب مرزا جیسے مسائل یقیناً بنیادی اور مرکزی نوعیت کے ہیں جن کا علماء و طلبہ کو پڑھانا ضروری ہے۔ لیکن:

☆... قادیانی گروہ کا تعارف و پس منظر،

☆... اس کے دو گروہوں میں فرق،

☆... تحریک آزادی میں اس گروہ کا کردار،

☆... پاکستان کے قیام اور تقسیم پنجاب میں اس کا کردار،

☆... بین الاقوامی اداروں میں اس کی اسلام اور پاکستان کے خلاف مسلسل سرگرمیاں،

اور عالمی سطح پر اسلام دشمن قوتوں کے ساتھ اس کا اشتراک عمل وغیرہ بھی کم اہمیت کے امور نہیں ہیں جن کی طرف ہماری توجہ نہیں ہے۔ حالانکہ اس حوالہ سے نہ صرف قادیانیت بلکہ ختم نبوت کا انکار کرنے والے دیگر معاصر گروہوں مثلاً بہائیت، ذکری مذہب اور نیشن آف اسلام وغیرہ سے بھی اسی درجہ کی آگاہی ضروری ہے۔

اختلاف کے مسلمہ آداب:

تیسرے نمبر پر میں توجہ دلانا چاہوں گا کہ اختلافات پر بحث و مباحثہ میں اختلافات کی درجہ بندی اور اختلاف کے مسلمہ آداب کا ہمارے ہاں عام طور پر لحاظ نہیں رکھا جاتا۔

بعض اختلافات کفر و اسلام کے ہوتے ہیں مثلاً مسیحیت، یہودیت، ہندو ازم، سکھ مت، قادیانیت، بہائیت، نیشن آف اسلام وغیرہ۔

بعض اختلافات حق و باطل کے ہیں مثلاً خوارج، روافض، معتزلہ وغیرہ کے ساتھ، جن کا دائرہ پہلے دائرے سے یقیناً مختلف ہے۔

بعض اختلافات خطا و صواب کے ہیں جیسا کہ احناف، شوافع، حنابلہ، مالکیہ اور ظواہر کے فقہی اختلافات، ان کا درجہ محض صواب و خطا کا ہے اور حق و باطل کے معرکہ کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

اس سے نیچے اختلافات کا ایک بہت بڑا دائرہ اولیٰ اور غیر اولیٰ کا ہے جسے صواب و خطا میں تقسیم کرنا بھی درست نہیں ہوتا۔

لیکن ہمارے مناظرانہ مباحث میں یہ سب دائرے اس طرح خلط ملط ہو گئے ہیں کہ بسا اوقات اولیٰ غیر اولیٰ کے مسائل میں ہم حق و باطل کے لہجے میں بات کر رہے ہوتے ہیں اور خطا و صواب کا معرکہ تو کبھی کبھی کفر و اسلام کی باقاعدہ جنگ بن جاتا ہے۔

ہمارے ہاں ان معاملات میں بے احتیاطی اور لاپروائی کے ایسے معاملات سامنے آتے ہیں کہ میرے جیسے کمزور لوگوں کو ایمان خطرے میں محسوس ہونے لگتا ہے۔ ایک بڑے خطیب صاحب جو وفات پا چکے ہیں، اللہ ان کی مغفرت فرمائیں، آمین۔ وہ ایک بار کسی عوامی جلسہ میں مادۂ تولید کے پاک یا ناپاک ہونے کے اختلافی مسئلے پر اپنے مخالف فریق کے دو لتے لئے رہے تھے کہ ان کے قریب بیٹھے مجھے شرم آ رہی تھی۔ انہوں نے ٹھیٹھ پنجابی لہجے میں لتاڑنے کی خوب مہارت دکھائی۔ جلسہ سے فارغ ہونے پر جب کھانے کے لئے بیٹھے تو میں نے پوچھ لیا کہ حضرت! منی کے پاک ہونے کا یہ موقف، جسے آپ نے موضوع بحث بنایا ہوا تھا، متقدمین میں سے بھی کسی کا ہے؟ فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ یہ حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور حضرت امام سفیان ثوریؒ کا موقف ہے۔ اس پر وہ چونکے۔ میں نے گزارش کی کہ کسی فقہی مسئلہ پر طعن و تشنیع کا توپ خانہ گاڑتے وقت یہ بھی دیکھ لینا چاہئے کہ اس کا رخ کدھر ہے؟

ایسے مسائل میں خاص طور پر اساتذہ سے ہماری گزارش ہوتی ہے کہ اختلافات سکھاتے وقت ادب الاختلاف بھی پڑھایا کریں تاکہ ہمارے نوجوان علماء کو معلوم ہو کہ کس سے کس درجہ میں اختلاف کرنا ہے اور کس لہجے میں کرنا ہے۔ ''ادب الاختلاف'' پر متقدمین اور متاخرین علماء نے بہت کچھ لکھا ہے جسے باقاعدہ پڑھنے اور پڑھانے کی ضرورت ہے۔ جبکہ اس سلسلہ میں دو سال قبل کراچی کے ایک فاضل دوست ڈاکٹر سید عزیز الرحمن نے ماہنامہ ''تعمیر افکار'' کا پونے چھ سو کے لگ بھگ صفحات پر مشتمل ضخیم نمبر شائع کیا ہے جو مسلکی اور فقہی اختلافات کی حدود و قیود اور آداب کے تقریباً تمام اہم پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ میرے خیال میں اعتقادی اور فقہی علوم پڑھانے والے اور ان مباحث کی تربیت دینے والے تمام مدرسین اور اساتذہ کو لازماً یہ رسالہ پڑھنا چاہئے جسے زوار اکیڈمی پبلیکیشنز، اے 4/18 ناظم آباد نمبر 4، کراچی (فون:36684790) سے طلب کیا جا سکتا ہے۔☆

دینی اصطلاحات کا اجماعی مفہوم

اور لفظوں کی میناکاری

مولانا زاہد الراشدی

فظوں کی میناکاری کے ذریعے قرآنی اصطلاحات کے اجماعی مفہوم کو مشکوک کرنے کی مہم کے بارے میں گزشتہ ایک کالم میں کچھ معروضات پیش کر چکا ہوں۔ ان دنوں خود مجھے اس قسم کی صورتحال کا سامنا ہے، ڈاکٹر فرید احمد پراچہ صاحب نے ایک میسج میں بتایا کہ وزیرآباد کے کوئی بزرگ "ربوٰا" کے بارے میں شکوک وشبہات کا شکار ہیں، میں نے انہیں آپ کا فون نمبر دے دیا ہے وہ آپ سے اس سلسلہ میں ملیں گے۔ ایک روز کے بعد ان صاحب کا فون آ گیا، وہ ملاقات کے لئے تشریف لائے، متشرع، نمازی اور ذاکر وشاغل دکھائی دینے والے بزرگ ہیں، ان کی گفتگو سے خلوص اور والہانہ پن جھلکتا ہے البتہ سماعت کمزور ہونے کے باعث آلۂ سماعت کا سہارا لیتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے ساتھ تفصیلی گفتگو میں مشکل پیش آتی ہے۔

انہوں نے کہا کہ قرآن کریم نے ربوٰا کا جو لفظ فرمایا ہے اس کا ترجمہ علماء کرام سود کرتے ہیں جو کہ غلط ہے۔ ربوٰا اور سود کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے اور قرآن کریم نے سود کو حرام قرار نہیں دیا۔ میں نے عرض کیا کہ اب تک تو علماء کرام ربوٰا کا ترجمہ سود ہی کرتے آرہے ہیں، جیسے صلاۃ کا ترجمہ نماز اور صوم کا ترجمہ روزہ کیا جاتا ہے۔ اگر وہ درست ہے تو یہ بھی درست ہے۔ فرمانے لگے کہ نماز اور روزے کا لفظ قرآن کریم میں نہیں ہے اور یہ دونوں الفاظ عربی نہیں ہیں اس لئے یہ معنی درست ہے لیکن "سود" کا لفظ عربی کا لفظ ہے اور قرآن کریم میں موجود ہے جو کسی اور معنی میں ہے اس لئے ربوٰا کا ترجمہ سود کرنا درست نہیں ہے۔ میں نے حوالہ پوچھا تو بتایا کہ سورۃ الفاطر کی آیت 27 میں ہے "وغرابیب سود" جس میں کالے پہاڑ کو سود کہا گیا ہے، اس لئے ربوٰا کا معنی سود نہیں کیا جا سکتا۔ ظاہر بات ہے کہ اس دلیل کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

البتہ اس پر مجھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وہ مکالمہ یاد آ گیا جو بادشاہ وقت نمرود سے ہوا تھا اور جس کا تذکرہ قرآن کریم میں موجود ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بادشاہ کے سامنے فرمایا کہ میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے یعنی جس کے قبضے میں موت وحیات ہے تو اس نے جھٹ سے کہا کہ "انا احی وامیت" کہ زندگی اور موت دینے کا کام تو میں بھی کرتا ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ نے یہ دیکھ کر کہ یہ صاحب دلیل کی دنیا کے آدمی نہیں ہیں، انہیں اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور گفتگو کا رخ بدل دیا۔ میں نے بھی اسی میں عافیت سمجھی اور کہا کہ چلیں سود کے لفظ کو چھوڑیں، آپ یہ بتائیں کہ قرآن کریم نے ربوٰا کو حرام قرار دیا ہے اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ربوٰا کو معاشرے سے ختم کر دیا تھا۔ وہ چیز جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قرآنی حکم کی روشنی میں ختم کر دی تھی وہ کیا تھی؟ کہنے لگے کہ وہ یہ سود نہیں تھا جسے آپ لوگ حرام کہہ رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ بات تو طے ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ربوٰا کے نام سے کچھ چیزیں سوسائٹی سے ختم فرما دی تھیں ان کی عملی شکل کیا تھی؟ کہا کہ یہ آپ بتائیں مجھے تو معلوم نہیں ہے۔

میں نے گزارش کی کہ جب آپ کو ربوٰا کی عملی شکل اور اس کا وہ معنی جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول اور عمل دونوں کے ساتھ متعین کر دیا تھا، معلوم نہیں ہے تو آپ اتنی لمبی چوڑی بحث کیوں کر رہے ہیں؟ انہوں نے اپنی بات پھر دہرائی کہ آپ لوگ ربوٰا کا ترجمہ سود کر رہے ہیں وہ غلط ہے اور سود کو کسی طرح بھی قرآن کریم نے حرام قرار نہیں دیا۔ اس پر میں نے کہا کہ آپ پہلے یہ معلوم کر لیں کہ جس ربوٰا کو قرآن کریم نے حرام قرار دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تمام عملی صورتوں کو ختم کر دیا وہ کیا تھا؟ اس لئے کہ جب تک آپ کو وہ پوری طرح معلوم نہ ہو اس بحث کا کوئی فائدہ نہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مقامات پر ربوٰا کی عملی صورتیں بیان فرمائی ہیں اور انہیں ختم کیا ہے، بیسیوں احادیث میں ان کا تذکرہ موجود ہے اور پوری صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ کہنے لگے کہ میرا حدیث کا زیادہ مطالعہ نہیں ہے اس لئے اب معلوم کرنے کی کوشش کروں گا اور مطالعہ کر کے پھر آپ کے پاس اس بحث کو آگے بڑھانے کے لئے دوبارہ آؤں گا۔ میں کہا آپ جب بھی تشریف لائیں میں حاضر ہوں۔

یہ ہماری اب تک کی گفتگو کی مختصر روداد ہے لیکن میں اس سلسلہ میں دو الجھنوں کا شکار ہو گیا ہوں۔ ایک یہ کہ جن دانشوروں نے (۱) خاتم (۲) توفی (۳) سنت اور (۴) ربوٰا جیسے قرآنی الفاظ و اصطلاحات کو لفظی گورکھ دھندوں میں الجھا کر ان کے اجماعی مفہوم کو دھندلا کر دینے کی مہم شروع کر رکھی ہے ان کے استدلال اور ان وزیرآبادی بزرگ کے اسلوب میں کوئی فرق مجھے دکھائی نہیں دے رہا، اور میں چاہتا ہوں کہ کوئی دانشور دوست مجھے یہ فرق، اگر موجود ہے، تو سمجھا دیں۔ دوسری الجھن میری یہ کمزوری ہے جو مجھ پر حسب معمول غالب آرہی ہے کہ مذکورہ وزیرآبادی بزرگ کی اس کج بحثی کو یکبارگی گمراہی قرار دے کر انہیں دوسری طرف دھکیل دینے اور ان سے پیچھا چھڑا لینے کا حوصلہ اپنے اندر نہیں پاتا بلکہ اسے "مغالطہ" سمجھ کر اسے دور کرنے کی کوشش کو ترجیح دے رہا ہوں۔ اور اسی لئے انہیں بحث کے لئے دوبارہ آنے سے میں نے نہیں روکا۔ ☆☆

دینی مدارس میں نظامِ طعام

مفتی محمد مجیب الرحمٰن دیودرگی، انڈیا

غذا انسانی جسم کا لازمہ ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اضطراری حالت میں حرام شئے بھی بقدرِ ضرورت استعمال کی اجازت دی ہے، نیک اعمال کے ظہور میں حلال غذا کا بھی اثر ہوا کرتا ہے، پرتعیش و پرتکلف زندگی نہ شریعت میں مطلوب ہے نہ اسے مستحسن چیز قرار دیا گیا ہے، لیکن ایسی غذاؤں کا استعمال جو جسم ودماغ کو تقویت دیں قبیح بھی نہیں، بلکہ بسا اوقات قوت کے بغیر کام بھی دشوار سے دشوار ہوجاتا ہے،، ادھر مدارس اسلامیہ جو اپنی مخصوص نوعیت کی محنت میں منفرد شان کے حامل ہیں انہی مدارس سے عرصۂ دراز تک ایسی شخصیتیں وجود پذیر ہوتی رہیں جنہیں باطل کا رخ موڑنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی، جن کا مشن جن کی تگ ودو ہی یہ ہوتی کہ وہ باطل کا قلع قمع کریں، مدارس کا نظام اپنی جگہ پر بہترین وکار آمد نظام ہے، اس میں کوئی دو رائے نہیں، لیکن ان مدارس کو اسلاف نے جس طرح سینچا تھا، جس طرح کے افراد ان کے پیش نظر تھے ویسے افراد آج کیوں نہیں پیدا ہورہے ہیں؟ اس پہلو پر غور کرنے کی ضرورت ہے، نیز اپنے نظام میں پائی جانی والی خامیوں کی اصلاح کی ضرورت ہے، بتدریج مدارس کے جو شعبے انحطاط کا شکار ہیں ان میں ایک شعبہ مطبخ کا بھی ہے، آج مدارس کا سب سے زیادہ ناقابلِ اعتناء شعبہ مطبخ کا ہے، مطبخ کی اصلاح کی جانب اہلِ مدارس کی کوئی توجہ نہیں، حالانکہ مطبخ کی اصلاح سے کئی چیزوں کی اصلاح خود بخود ہوجاتی ہے۔

حصولِ علم میں ایک کار آمد مفید چیز مشقتوں کا جھیلنا، تکالیف برداشت کرنا، مجاہدات سے لبریز زندگی گذارنا بھی ہے، اسلاف کے بے شمار واقعات سے بھوکے رہ کر علم حاصل کرنا، کئی کئی دنوں تک فاقہ سے گذارنا، کئی دنوں تک روزہ رہنا بھی منقول ہے، ان واقعات کی صحت پر کوئی کلام نہیں، لیکن یہ بھی غور طلب پہلو ہے کہ ان مجاہدات کے باوجود انہوں نے اپنے لئے کوئی متبادل نظام کیا تھا یا نہیں؟ اگر کیا تھا تو ہم کیوں اس سے جی چراتے ہیں؟

اسلاف اور طعام: ہم صرف چند اسلاف کے ان واقعات کی جانب اشارہ کرنے کی جسارت کریں گے جو علم وفن کے امام ہیں، اس کے باوجود کیسے وہ پرتکلف طعام کا اہتمام کرتے تھے، درحقیقت ان اسلاف کے پیش نظر فرمانِ نبوی ﷺ تھا کہ مؤمن قوی مؤمن ضعیف سے افضل ہے، اسی لئے وہ طعام کا اہتمام کرتے کہ اس سے کام میں قوت حاصل ہوگی، ذہنی کام کے لئے اسی کے بقدر قوت کی بھی ضرورت ہوا کرتی ہے، امام مالکؒ جن کی امامت مسلم ہے، ان کے تذکرہ نگاروں نے ان کے حالات لکھتے ہوئے لکھا ہے کہ ان کا درس مدینہ منورہ میں بے حد مشہور تھا، اس کے باوجود پرتکلف طعام کا اہتمام فرماتے تھے، باورچی کو آپ نے مکلف کردیا تھا کہ وہ اچھے طعام کا نظم کرے، ہر کھانے میں گوشت کا اہتمام ہوتا، اگر گوشت کے لئے رقم نہ ہوتی تو سامان فروخت کرکے گوشت منگواتے، نیز جمعہ کے دن باورچی کے لئے حکم خاص تھا کہ وہ پرتکلف ہمہ انواع کے کھانے تیار کرے، امام احمد بن حنبلؒ جب امام شافعیؒ کے یہاں مہمان ہوئے تو امام شافعیؒ نے اپنے شاگرد کی ضیافت مختلف کھانوں سے کی، امام احمدؒ نے خوب سیر ہوکر کھایا، اس کے بعد رات بھر مسائل کی تخریج میں مصروف رہے، صرف اسی رات میں ایک سو مسائل کا استخراج کیا۔ حسن بصریؒ زاہدوں کے امام ہیں، اس کے باوجود ان کی خانقاہ کا شوربا اتنا مشہور تھا کہ لوگ کہتے کہ ایسا شوربا تو بادشاہوں کے دربار میں بھی نہیں بنتا، امام مسلمؒ بڑے آدمی ہیں، انہوں نے کیسا علمی کارنامہ انجام دیا ہے، ان کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ اپنے ساتھ کھجور رکھا کرتے، وقتاً فوقتاً اسے استعمال کرتے، تذکرہ نگاروں نے ان کی موت کے جو اسباب بیان کئے ہیں ان میں ایک سبب یہ بھی لکھا ہے کہ ایک دفعہ کھجوروں کی ایک خاص مقدار اپنے ساتھ رکھ کر مطالعہ کے لئے بیٹھ گئے، مطالعہ بھی کرتے رہے، کھجور بھی کھاتے رہے، مطالعہ میں انہماک کی بناء پر پتہ ہی نہ چل سکا کہ کھجور کی کتنی مقدار انہوں نے کھالیں، متوسط مقدار سے زائد کھجوریں کھالی جو صحت کے بگاڑ کا سبب بنا، پھر وفات ہوگئی۔ امام نسائی بڑے مرغ انتہائی شوق سے کھایا کرتے، حتی کہ لوگوں نے ان کے شوق کو دیکھ کر بڑے مرغوں کو پالنا شروع کیا تھا، اور پال کر امام نسائی کو زیادہ قیمت میں فروخت کیا کرتے تھے۔ نیز امام وکیعؒ کے سلسلہ میں مذکور ہے کہ وہ دن بھر روزہ رکھا کرتے جب افطار کرتے تو پانچ رطل کے کھانے تیار کرواتے، اور پانچ رطل کی نبیذ تیار ہوتی، کھانے سے فارغ ہوکر نوافل کے لئے کھڑے ہوتے، درمیان میں جب بھی پانی کی حاجت ہوتی، وہی نبیذ استعمال کرلیتے، حضرت شاہ ولی اللہؒ مسند الہند ہیں ان کے سلسلے میں منقول ہے کہ وہ کھانا کم کھایا کرتے، لیکن جیب میں ہمیشہ بادام رکھا

کرتے، اسے کھالیا کرتے، فضیل بن عیاضؒ کا اکابر میں شمار ہے، وہ بھی متبادل مقوی غذاؤں کا اہتمام فرماتے۔ حضرت تھانویؒ کے والد بزرگوار نے فرزند سے سوال کیا کہ تم علمی کام میں مصروف رہتے ہو، کھانے میں کیا استعمال کرتے ہو؟ حضرت تھانویؒ نے تفصیل بتائی تو والد نے فرمایا گھی کا بھی اضافہ کرلیا کرو، والد صاحبؒ کے کہنے پر حضرت تھانویؒ نے گھی کا اضافہ کیا تھا۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی رفیع عثمانی دامت برکاتہم نے اپنی اصلاحی مجلسوں میں دارالعلوم کراچی کا ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ آسٹریلیا سے مالدار گھرانے کے ایک فرد نے اپنے لڑکے کے لئے دارالعلوم کراچی میں داخلہ کی خواہش کا اظہار کیا، اس لڑکے کے لئے انہوں نے ادارے میں ایئر کنڈیشنڈ کمرہ تلاش کیا، وہ انہیں نہیں مل پایا، اس کی سہولت مدرسہ میں نہ تھی، لہٰذا وہ لڑکے کو لے کر واپس چلے گئے، اس واقعہ نے ذمہ دارانِ مدرسہ پر گہرا اثر چھوڑا، یہ سوچنے پر مجبور ہونا پڑا کہ مالداروں کے لڑکوں کے پڑھنے کا کیا نظم ہو، اس کے لئے انہوں نے ادارے میں ایئر کنڈیشنڈ کا نظم کیا، اب کئی بیرونی ممالک کے طلباء بھی اس ادارے سے مستفید ہوتے ہیں، لہٰذا صحیح نیت کے ساتھ جدید اشیاء بھی مدارس میں استعمال کی جائیں تو قباحت نہیں؟

اسلاف کے مجاہدات کے واقعات اور فاقہ کشی کے واقعات بڑے ہی زور شور سے بیان کئے جاتے ہیں، مگر انہوں نے اپنی قوت کے لئے اس کا متبادل جو نظم کیا تھا اسے نظر انداز کیا جاتا ہے، اکثر اکابر کے بارے میں منقول ہے کہ وہ نبیذ کا بکثرت استعمال کرتے جس سے اعضاء میں قوت اور قویٰ میں پختگی آتی ہے، تحمل و برداشت کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

مدارس کا طعام: کئی مدارس میں طعام کا عمومی حال یہ ہے کہ کئی دفعہ کئی طلبہ کھانے کے بجائے بھوکے رہنے کو پسند کرتے ہیں، بھوک کی شدت کے باوجود ناقابلِ بیان طعام دیکھ کر ہاتھ روک لیتے ہیں، کئی مدارس کے طعام کا معیار اس قدر گر چکا ہے کہ جسے لکھا نہیں جاسکتا، ایسا نہیں کہ ملت سے رقم وصول نہیں ہورہی ہے یا چندہ کی قلت ہے، بلکہ مدارس میں سال بھر کے خرچ کے بعد بھی وافر رقم بینکوں میں محفوظ رہتی ہے، طعام کے بجائے تعمیرات پر نظر ہونے لگی ہے، غیر ضروری اشیاء میں مال صرف کرنا اور ضرورت کے مواقع سے صرف نظر کرنا اہلِ مدارس کا وطیرہ بنتا جارہا ہے، بہت ہی کم وہ مدارس ہیں جن کے طعام کی تفصیلات عوام کے روبرو پیش کی جاسکے گی۔ کہنے کو تو انہیں مہمانِ رسول کہا جاتا ہے، لیکن ان کے ساتھ روا رکھے جانے والا برتاؤ دیکھ کر کوئی انہیں مہمان بھی نہیں کہہ سکتا، کیوں کہ ایک ادنیٰ سے مہمان کے اکرام کے بابت احادیث مبارکہ میں جو فضیلت بیان کی گئی ہے اور مہمان کے ساتھ صحابہ کرام کے برتاؤ کو قرآن وحدیث میں واضح انداز میں بیان کردیا کہ کیسے ان کا اکرام اور ان کے کھانے کا کیسا اہتمام ہوتا تھا، آج مدارس میں طلباء کے ساتھ کھانے کے سلسلہ میں اپنایا جانے والا سلوک انتہائی ناگفتہ بہ ہے، حالانکہ یہ وہ طلباء ہیں جنھوں نے اپنے گھر کو اپنے خاندان کو عمدہ کھانے کو گھر کے سکون وآرام کو صرف علم کی خاطر چھوڑا، اب اہل مدارس کو وہی فضائل مدنظر رکھنے کی ضرورت ہے جو علم کی خاطر گھروں سے نکلنے والوں کے لئے قرآن وحدیث میں وارد ہوئی ہیں جس کو یہی اہل مدارس اوروں کے سامنے بیان کرتے ہیں۔

اس لئے اہل مدارس سے ہماری عاجزانہ التجاء ہے کہ وہ اپنے نظامِ طعام پر نظر ثانی کریں اور طعام کی اصلاح کی جانب توجہ دیں، اور اتنے ہی طلبہ کا داخلہ دیں جن کا ہم مکمل تندہی اور عمدگی سے نظم کرسکیں۔

☆☆............☆☆

آل پارٹیز تحفظ ناموس رسالت کانفرنس، قصور

قصور.... (عبدالرزاق شجاع آبادی) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام جامعہ رحیمیہ میں آل پارٹیز ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی، جس کی صدارت ضلعی امیر مجلس تحفظ ختم نبوت قاری مشتاق احمد رحیمی نے کی جبکہ مہمانانِ خصوصی مولانا عبدالشکور حقانی اور مولانا پیر رضوان نفیس، رابطہ کمیٹی لاہور تشریف لائے اور خطاب کیا، تلاوت قاری محمد رفیق نے کی۔ کانفرنس کی غرض وغایت مبلغ ختم نبوت مولانا عبدالرزاق شجاع آبادی نے بیان کی۔ کانفرنس میں تمام دینی، سیاسی، مذہبی جماعتوں کے قائدین نے شرکت کی۔ جماعت اسلامی کے صدر ڈاکٹر محمد اقبال اور جمعیت اہلحدیث کے ملک محمد نذیر اور جمعیت علماء اسلام کے امیر مولانا سید زبیر شاہ ہمدانی اور حاجی محمد شفیع مغل نے بھی اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا، تمام جماعتوں نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع قصور اور مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ اس موقع پر یہ یقین دلایا کہ کمیٹی کے مطالبات تسلیم نہ ہونے تک جو مرکزی کمیٹی فیصلہ کرے گی۔ قصور کے غیور مسلمانان اور عاشقانِ رسول اس پر عملدرآمد کرانے کے لئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ اجلاس میں قاری مشتاق احمد رحیمی، قاری حبیب اللہ قادری، حاجی محمد شفیع مغل، میاں محمد معصوم انصاری، حاجی شبیر احمد مغل، مولانا سید زبیر رحیمی شاہ ہمدانی، مولانا سیف اللہ لیاقت، حافظ مطیع الرحمٰن، جناب ملک محمد نذیر، قاری سیف اللہ لیاقت، قاری عبدالحنان، ڈاکٹر محمد اقبال، حافظ محمود، مولانا غلام سرور قاسمی، قاری طاہر، مولانا عبدالباسط فاروقی، مفتی ظاہر مبین، ریاض احمد، قاری عبداللہ، مولانا ارشد، مولانا عبداللہ، سمیت کافی حضرات نے کانفرنس میں شرکت کی۔ اجلاس مہمان خصوصی سید پیر رضوان نفیس دامت برکاتہم کی دعا سے اختتام پذیر ہوا۔

اصحابِ رسول ﷺ اور ان کا مقام ومرتبہ

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت انسانی تاریخ میں اپنی ایمانی کمیت اور کیفیت دونوں کے اعتبار سے منفرد جماعت گزری ہے، اس کو اللہ تعالیٰ کے آخری اور مثالی شخصیت رکھنے والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح تربیت دی کہ زندگی کے تمام پہلوؤں میں ایمان رچ بس گیا تھا اور یاد الٰہی کی وہ کیفیت پیدا ہوگئی تھی کہ فرشتوں جیسے اعمال ظاہر ہوتے تھے، لیکن انسان کو اس کے پروردگار کی طرف سے دنیا اور دین کے درمیان جامعیت اور دنیاوی امور میں اپنی پسند کو تابع بنانے اور تابع نہ بنانے کی جو صلاحیت دی گئی ہے وہ صلاحیت فرشتوں کو نہیں دی گئی ہے، اسی طرح انسانوں کو امتحان سے گزرا گیا اور تاریخ انسانی کے مختلف ادوار میں انسانوں کو اس امتحان میں کامیابی حاصل کرنے کی طرف برابر توجہ دلائی گئی اور اس کامیابی میں بڑے انعام واکرام کا وعدہ فرمایا گیا، توجہ دہانی کا یہ کام انبیاء علیہم السلام برابر کرتے رہے، آخری نبی حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ایسی تلقین کی اور ان کی ایسی تربیت کی کہ اس امتحان میں انہوں نے کامیابی کی مثال قائم کردی اور یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم وارادہ سے ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الرسل اور تمام اہل ایمان کے لئے اسوۂ حسنہ بنائے جانے کا نتیجہ اور علامت بنا، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سلسلہ میں محنت کامیاب اور وسیع اثر رکھنے والی نہ ہوتی تو آپ خاتم الرسل اور اسوۂ حسنہ کیسے قرار دیئے جاتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید وایمان کی دعوت اس طریقہ سے دی کہ جس نے بھی توجہ سے سنا بات اس کے دل میں اتر گئی اور اس پر اس کا ایمان مستحکم ہوگیا، آپ کا اخلاق، انسانی ہمدردی اور محبت بھرا انداز بھی ایسا تھا کہ جس نے بھی قریب سے دیکھا اور سنا وہ صرف متاثر ہی نہیں ہوا بلکہ دل وجان سے آپ کا کہنا ماننے والا بن گیا اور آپ پر فدا ہونے کے

آپ کا اخلاق، انسانی ہمدردی اور محبت بھرا انداز بھی ایسا تھا کہ جس نے بھی قریب سے دیکھا اور سنا وہ صرف متاثر ہی نہیں ہوا بلکہ دل وجان سے آپ کا کہنا ماننے والا بن گیا

لئے تیار ہوگیا اور یہ حالت صرف دو چار آدمیوں کی نہیں ہوئی بلکہ جس نے بھی آپ کو دیکھا سنا اور سمجھا اس کی یہی کیفیت ہوگئی، اس طرح آپ کی دعوتی زندگی کی ۲۳ سالہ مدت میں ایمان والوں کی ایسی جماعت تیار ہوگئی جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی، یہی جماعت آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد آپ کی پوری نیابت کرنے والی بن گئی، اس پر اس کام کو چلاتے رہنے کی ذمہ داری ڈالی گئی اور اس ذمہ داری کو اس نے پوری دیانت وامانت اور مکمل توجہ سے انجام دیا، اس کے سامنے اللہ کی خوشنودی اور حضور کی محبت اور آخرت کا مسئلہ تھا جس کو ان لوگوں نے دل و جان سے قبول کیا تھا، چنانچہ آپ پر جو بھی ایمان لاتا خواہ امیر ہوتا یا غریب، معزز خاندان کا ہوتا کمزور پوزیشن کا اس میں ایسا ہی پختہ ایمان پیدا ہوجاتا اور پھر آپ کی راہنمائی اور تعلیم وتلقین سے زندگی کے اعلیٰ حقائق سے واقفیت اس درجہ پیدا ہوجاتی کہ ان کو دین کی نصرت اور اپنے رب کے لئے فدائیت میں اعلیٰ مقصد کے لئے جاں نثار کردینے میں ادنیٰ تکلف نہ ہوتا اور اپنے معلم اور قائد نبی کرم کے حکم پر بے تکلف اپنی جان نثار کردینے کے لئے تیار ہوجاتے، اپنی مرضی اور خواہش میں خواہ کتنا سخت رہے ہوں، آپ کی مرضی کے سامنے اس کو بالکل نظر انداز کردیتے اور آپ کی مرضی کے مطابق عمل کرتے۔

چنانچہ جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اس نے اسی بات کا ثبوت دیا، اس کی ایک بڑی مثال صلح حدیبیہ میں صحابہ کرام کا قریش کی ظالمانہ شرائط کا قبول کرلینا اور آپ کی مرضی کے سامنے جھک جانا اور غزوۂ خندق میں ۳ ہفتوں سے زیادہ فقر وفاقہ اور سخت سردی کی حالت میں اپنی جان ہتھیلی پر لئے جمے رہنا ہے اور غزوۂ احد میں جب دشمن شکست کھا کر بھاگنے لگے اور یہ دیکھ کر پہاڑی پر مقرر حفاظتی دستہ کے افراد میں سے اکثر نیچے اتر آئے اور دشمن نے موقع

مناسب سمجھ کر پلٹ کر حملہ کر دیا اور مسلمان فوج منتشر ہونے لگی اور تھوڑے وقت کے لئے افراتفری کی صورت بن گئی تو آپ کے گرد حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جم کر مقابلہ کرنے لگے اور آپؐ کو دشمن سے بچانے کے لئے دسیوں جاں نثار صحابہ کرامؓ آپ کے سامنے آ گئے اور دشمنوں کے وار اپنے سینوں پر لئے اور سارے زخم برداشت کئے تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم محفوظ رہیں اور آپ پر قربان ہو گئے۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ سامنے کر دیا اور تیروں کو روکنا شروع کیا، یہاں تک ان کی سب انگلیاں زخموں سے لہولہان ہو گئیں اور ہاتھ مفلوج ہو گیا۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے خود کی ایک کڑی کو اپنے دانتوں سے پکڑ کر نکالا تو اسی کے ساتھ ان کا ایک دانت بھی گر پڑا، دوسری کڑی نکالی تو دوسرا دانت بھی اس کے ساتھ باہر آ گیا۔ حضرت ابودجانہؓ ڈھال بن کر آپؐ کے سامنے کھڑے ہو گئے تیر ان پر گرتے رہے لیکن وہ اسی طرح آپ پر جھکے رہے، یہاں تک ان کی پیٹھ تیروں سے چھلنی ہو گئی۔

(سیرت ابن ہشام، ج:۲، ص:۴۱۷)

غزوۂ احد کے بعد مسلمان مدینہ منورہ پہنچے تو راستہ میں بنی دینار کی ایک خاتون کے مکان پر ان کا گزر ہوا، جس کے باپ، بھائی اور شوہر سب اس معرکہ میں کام آ گئے تھے۔ باری باری تین حادثوں کی صدا ان کے کانوں میں پڑی تھی، لیکن وہ ہر بار صرف یہ پوچھتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ لوگوں نے کہا: بخیر ہیں۔ انہوں نے پاس آ کر چہرۂ مبارک دیکھا اور بے اختیار پکار اٹھیں: "کل مصیبۃ بعدک جلل"... آپ کے ہوتے سب مصیبتیں ہیچ ہیں...(سیرت ابن ہشام ص:۳، ص:۹۹)

جب کفار قریش زید بن الدثنہ کو قتل کرنے کے لئے حرم سے باہر لائے تو ابوسفیان نے ان سے کہا: زید میں تم سے قسم دلا کر پوچھتا ہوں کیا تم یہ پسند کرو گے کہ تم آرام سے اپنے گھر والوں میں ہو اور تمہاری جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں؟ زید نے جواب دیا کہ: مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ میں اپنے گھر میں آرام سے ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کانٹا بھی چبھے! ابوسفیان نے اس پر کہا: میں نے کسی کو کسی سے اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا، جتنی محبت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کرتے ہیں۔

(سیرت ابن ہشام، ج:۲، ص:۱۷۴)

صحابہ کرامؓ کا ایمان وتقویٰ اتنا عظیم اور محکم تھا کہ اللہ رب العالمین کی طرف سے اپنے دین کو بے کم و کاست پہنچانے اور کمال دیانت داری کے ساتھ آنے والی نسلوں تک منتقل کرنے کے لئے حضرات صحابہ کو ذریعہ بنایا گیا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر قرآن مجید میں بہت اعلیٰ اسلوب میں کیا گیا ہے:

"مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا." (سورۂ فتح:۲۹)

ترجمہ: "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، کافروں پر سخت ہیں، آپس میں رحم دل ہیں تو انہیں دیکھا گیا کہ رکوع اور سجدہ کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضا مندی کی جستجو میں ہیں، ان کا نشان ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے ہے، ان کی یہی مثال تورات میں ہے اور ان کی مثال انجیل میں ہے، مثل اس کھیتی کے جس نے اپنا انکھوا نکالا، پھر اسے مضبوط کیا اور وہ موٹا ہو گیا پھر اپنے تنے پر سیدھا کھڑا ہو گیا اور کسانوں کو خوش کرنے لگا تاکہ ان کی وجہ سے کافروں کو کرب و بے چینی پہنچے، ان ایمان والوں اور نیک اعمال والوں سے اللہ تعالیٰ نے بخشش کا اور بہت بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔"

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اور صحبت سے صحابہ کرامؓ کی جو جماعت بنی وہ ایمان اور محبت رسول اور آپ کے لائے ہوئے دین اسلام کی پیروی میں ناقابل تسخیر پہاڑ کی طرح تھی اور بتدریج اتنی بڑی تعداد میں یہ جماعت تیار ہوئی کہ تاریخ انسانی میں صالح ترین اور پختہ ایمان اور دین میں پختگی رکھنے والی اتنی بڑی جماعت ہونے کی مثال نہیں ملتی اور یہ دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا، جس نے یہ فیصلہ کیا کہ آپؐ کے بعد کسی نبی کے آنے کی ضرورت نہیں اور آپ کی صحبت اور راہنمائی حاصل کرنے والوں کی جماعت کو ایسے صفات اور کردار کا بنا دیا کہ وہ نبوت کی پوری نیابت کرتے ہوئے اس دین کو اور اعلیٰ انسانی صفات کو آگے بڑھائیں، اس کے افراد میں سے ہر ایک اپنی جگہ آفتاب و ماہتاب تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں تصدیق بھی کی،

فرمایا:''اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم''یعنی میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں، ان میں سے جس کی اتباع کروگے ہدایت پر رہوگے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو جتنا زیادہ قریب رہا اس کو اتنی زیادہ اولیت حاصل ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ قریب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رہے کہ جن سے آپ کی رفاقت اور دوستی نبوت سے پہلے سے تھی، وہ تقریباً آپ کے ہم عمر تھے، صرف دو ڈھائی سال چھوٹے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس دین اسلام کو قائم رکھنے اور آگے بڑھانے کی ذمہ داری سب سے پہلے آپ کو ملی اور آپ خلیفۂ اول ہوئے، پھر اسی ترتیب سے آپ کے بعد تین دیگر خلفا ہوئے جو آپ کے سچے جانشین ہوئے اور خلفائے راشدین کہلائے، ان سب کے ذریعہ خلافت راشدہ یعنی اعلیٰ معیار کی خلافت کا سلسلہ آپ کی وفات کے بعد ۳۰ سال تک جاری رہا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے ذریعہ جو اخلاق وصفات اور زندگی کی مختلف ذمہ داریوں میں جو طریقۂ عمل اختیار کیا تھا اور اپنے صحابہ کو اس کی تربیت دی تھی اس کے مطابق اسلامی دستور حیات کو صحابہ کرامؓ کے ذریعہ بے کم وکاست جاری کیا جاتا رہا جس کے ذریعہ آئندہ کے لئے اعلیٰ نظیر بن گئی اور دین صحیح کا راستہ روز روشن کی طرح مقرر ہوگیا اور بعد میں آنے والوں کے لئے نمونہ بن گیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ۲۳ سالہ تربیت وہدایت کے بعد آپ کے معتمد ترین اصحاب کے پاس ۳۰ سال تک اس ذمہ داری کے رہنے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اختیار کردہ طریقۂ عمل کے عین مطابق کام انجام پائے اور آئندہ کے لئے نمونہ بنا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معتمد ترین خلفاء کے نظام وانصرام کی یہ ۳۰ سال کی مدت ایسی مدت تھی کہ اس کے اختتام پر نظم وانتظام سنبھالنے کا کام نئی نسل تک بتدریج منتقل ہوا جس کو براہ راست حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سرپرستی نہیں ملی تھی، لیکن عین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے اختیار کردہ طریقہ کی طرح تھی اور یہ دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی انتظام تھا وہ یہ کہ آپ کی نبوت کے آخری دس سال وحی الٰہی کی روشنی میں اور خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سرپرستی میں، پھر تیس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ حضرات کے تحت نمونہ کا نظام اسلامی چلے، اس طرح چالیس سال میں دین اسلام کا نمونہ کا نظام اسلامی سامنے آجائے اور قیامت تک وہ معیاری نمونہ کے طور پر سامنے رہے کیونکہ دین مکمل کردیا گیا اور اسی مکمل دین کو جاری رکھنا ہے اور قیامت تک انسانوں کی صلاح وفلاح کے لئے وہ بالکل کافی ہے، اس لئے کہ وہ اللہ رب العزت کی طرف سے قیامت تک کے لئے دیا ہوا دین ہے، جو انسانوں کے مزاج اور ضرورتوں کو شروع سے آخر تک جاننے والا بلکہ بتانے والا ہے، اسی لحاظ سے اس کو مکمل فرمادیا گیا اور اللہ کی طرف سے اس کی حفاظت کا وعدہ بھی فرمادیا گیا:''انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔''(الحجر:۹)...بے شک یہ (کتاب) نصیحت ہم ہی نے اتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں....

دوسری جگہ ارشاد ہے:

''الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا'' (المائدہ:۳)

ترجمہ:''آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور اپنی نعمتیں تم پر مکمل کردیں اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جن حضرات کو یہ سلسلہ چلانا تھا وہ آپ کے اصحاب کی یہی جماعت تھی، جس کو صحابۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ملا، اسی جماعت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تیس سال تک مثالی نمونہ کے طور پر آسمانی شریعت انسانوں میں نافذ کیا، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل کو اچھی طرح سمجھا تھا اور وہ اس کے لئے اپنی مرضی اور خواہشات کو مٹا چکے تھے اور اپنے نبی کا آئینہ بن چکے تھے وہ کوئی ایسی بات نہیں کہہ سکتے اور نہ کرسکتے تھے جو اللہ تعالیٰ کے رسول کی مرضی کے خلاف ہو، یہ جماعت، جماعت صحابہ کہلائی جن کی تعداد ہزاروں سے زیادہ ہوئی۔

اللہ رب العالمین کی طرف سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ مسلمانوں کو عطا کردہ جو شریعت ہے اور زندگی کی صلاح اور فلاح کے لئے جو احکام ہیں وہ ہم کو صحابہ کرامؓ کے توسط سے ہی ملے ہیں، صحابہ کرامؓ کا ایمان وتقویٰ اتنا عظیم اور محکم تھا کہ اللہ رب العالمین کی طرف سے اپنے دین کو بے کم وکاست پہنچانے اور کمال دیانت داری کے ساتھ آنے والی نسلوں تک منتقل کرنے کے لئے حضرات صحابہ کو ذریعہ بنایا گیا۔ اس طرح شریعت اسلامی اور دین متین جو ہم کو پہنچا اس کی صحت وحقانیت کو اعتبار واعتماد صحابہ کی امانت ودیانت ہی سے حاصل ہوا اور یہ اعتماد رب العالمین کی طرف سے صحابہ کرام کو اس دین متین کے احکام وتفصیلات کو بیان کرنے کے لئے اختیار کرنے سے بنا اور خاتم الرسل سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اس جماعت کو جو محبت وعقیدت اور وابستگی تھی اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے کے ساتھ ان حضرات سے بھی محبت کرنے کو ضروری بنادیا۔ اس طرح صحابہ کرامؓ بھی ہمارے مطاع اور مقتدا بنے۔ رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ۔☆☆☆

معتمد اور غیر معتمد تفاسیر

آج کل جدیدیت کا دور ہے، عصری اداروں کا پروردہ ہر چیز میں جدت کا متقاضی ہے، اس چیز کو دیکھتے ہوئے کئی ایک ملحدین اور متجددین نے تفسیر بالرائے کو اپنا وطیرہ بنایا اور وہ تفسیریں عصری علوم کے حاملین وطالبین کے نظر میں پسندیدگی کی سند لینے لگی، جس سے سادہ لوح مسلمان بھی ان کے دام تزویر میں آنے لگے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت مولانا فضل محمد صاحب (استاذ الحدیث جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی) نے ان تمام ملحدین اور متجددین کی تفسیروں کو سامنے رکھ کر قرآن وسنت کی نصوص، صحابہ کرامؓ کے اقوال اور ائمہ مجتہدین کی تصریحات کی روشنی میں ان کے ابطال اور ان کی تفسیر بالرائے کے نقصانات کو واضح فرمایا۔ چونکہ یہ مضمون اپنے موضوع کی بنا پر طویل ہوگیا تو انہوں نے اس کا نام ''معتمد اور غیر معتمد تفاسیر'' رکھ کر اسے کتابی شکل میں شائع کردیا۔ افادہ عام کی غرض سے اس مضمون کو قسط وار ہفت روزہ ''ختم نبوت'' میں شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

(۱۷)

حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی مدظلہ

سورۃ التحریم کی تفسیر میں فراہی صاحب کی غلطیاں

جب کوئی عالم دین جمہور امت کا راستہ چھوڑ دیتا ہے تو پھر سرگرداں پھرتا رہتا ہے اور ان سے عجیب عجیب اقوال واعمال وافعال ظاہر ہونا شروع ہوجاتے ہیں۔ مولانا حمید الدین فراہی صاحب ایک گہرے عالم ہیں، لیکن جمہور کے راستے پر چلنا ان کو طبعاً پسند نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ ایسے راستوں پر چلنا پسند کرتے ہیں جو جمہور کے رخ پر نہ ہوں، اس لیے ان کے شذوذ ونوادرات کا ایک سلسلہ جاری ہوا اور لوگوں نے خوب اس کا تماشا دیکھا اور شاعر نے کہا:

نَـزَلُـوْا بِـمَـكَّـةَ فِـيْ قَـوَافِـلِ نَـوْفَـلٍ
وَنَـزَلْـتُ بِـالْـبَـيْـدَاءِ اَبْـعَـدَ مَـنْـزِلٖ

شاعر نے اپنی بدقسمتی کو بیان کیا اور کہا کہ سارے لوگ نوفل کے قافلوں کے ساتھ ہوکر مکہ پہنچ گئے، حج وعمرہ کیا اور میں دور دراز مقام بیداء کے صحرا میں جا اترا اور الگ تھلگ رسوا ہوگیا۔ یہاں سورۃ التحریم میں بھی علامہ حمید الدین فراہی نے جمہور مفسرین سے الگ راستہ اختیار کیا اور کئی غلطیاں کیں۔

فراہی صاحب کی پہلی غلطی

سورۃ التحریم کی تفسیر میں حمید الدین فراہی صاحب نے پہلی غلطی آیت ایک اور آیت دو کے شان نزول کے بارہ میں کی ہے۔ لکھتے ہیں:

آیات ۱ اور ۲ کا شان نزول

عورتیں اپنی نزاکت اور ذکاوتِ حس کے سبب سے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بعض کھانے کی چیزیں ناپسند کرتی ہیں۔ یہ عام نسوانی فطرت امہات المؤمنین میں بھی موجود تھی۔ ان میں سے بعض کو بعض چیزیں طبعاً نامرغوب تھیں۔ ہوسکتا ہے کہ کسی کو شہد (جیسا کہ روایت میں وارد ہے) ناپسند رہا ہو۔ بالخصوص شہد کی بعض قسمیں اپنی بُو اور مزے کی تلخی کے سبب سے ایسی ہوتی بھی ہیں کہ ہر شخص ان کو پسند نہیں کرسکتا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد بہت مرغوب تھا، لیکن جب آپ کو معلوم ہوا کہ آپ کی ازواج میں سے بعض کو یہ چیز ناپسند ہے تو آپ نے ترک فرمادیا، اور اس کے اسباب مندرجہ ذیل تھے۔

الف: آپ میں غایت درجہ ایثار کا جذبہ تھا۔

ب: کمزوروں بالخصوص عورتوں اور یتیموں کے معاملے میں آپ غایت درجہ مہربان تھے۔

ج: آپ بالطبع عمدہ اور پاکیزہ چیزوں کو پسند فرماتے تھے اور بدبودار اور ناگوار چیزوں کو ناپسند فرماتے تھے۔ یہ چیز آپ کے دین میں حلت وحرمت کی علامات میں سے بھی تھی۔ اس وجہ سے ہوسکتا ہے کہ اپنی ازواج کی دل داری کے طور پر آپ نے شہد کھانا ترک فرمادیا ہو۔

علاوہ ازیں بعض اور اسباب بھی اس کے محرک ہوئے ہوں گے۔ جب صحابہ کو آپ کے اس ارادہ کا حال معلوم ہوا ہوگا تو آپ کی پیروی میں انہوں نے بھی شہد کا استعمال ترک کردیا ہوگا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں کو حکم دیا کہ اپنا یہ عہد توڑ دیں اور ''نقضِ عہد'' کی گرانی جو ایسی حالت میں قدرتاً ہر طبیعت محسوس کرتی، اس کا ازالہ یہ کہہ کر فرمادیا کہ ''وَاللّٰهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ۔''

(تفسیر نظام القرآن، ص:۲۱۰)

تبصرہ:

قارئین غور سے دیکھیں اور پڑھیں! جناب فراہی صاحب سورۃ التحریم کے اس پیچیدہ اور حل طلب مقام پر کس طرح چشم پوشی کرکے چلے گئے! نہ کسی واقعہ کا ذکر کیا، نہ کسی حدیث کا ذکر کیا۔ یہ آیات جو اپنے اندر گہرے حقائق اور واقعات رکھتی ہیں اور انہی واقعات کی طرف اشارہ کرنے کے لیے اتری ہیں، گویا فراہی صاحب کے نزدیک اس وقت کچھ بھی نہیں ہوا تھا، نہ ماریہ قبطیہ کا کوئی قصہ پیش آیا تھا، نہ حضرت زینب کے ہاں شہد کا کوئی واقعہ تھا، نہ حضرت حفصہ کا کوئی قصہ تھا، اور نہ حضرت عائشہ کا کوئی واقعہ تھا۔ بس فراہی صاحب نے اپنے ذہن سے ایک مضمون تیار کرلیا اور یہاں لکھ دیا کہ ازواج مطہرات میں سے کسی کو شہد پسند نہ تھا، ان

کی دل داری کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد کھانے سے قسم کھالی تو صحابہؓ نے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں شہد کھانا چھوڑ دیا۔ فراہی صاحب کا یہ ایسا غلط نظریہ ہے جس کا تذکرہ نہ مفسرین نے کیا ہے اور نہ یہ مفروضہ کسی صحابی یا تابعی نے بیان کیا ہے۔ صرف فراہی صاحب نے اپنی رائے پیش کی اور پھر کہا کہ ایسا ہوا ہوگا اور ویسا ہوا ہوگا۔ جمہور کا ساتھ چھوڑنے پر اسی طرح مار پڑتی ہے۔ صحاح ستہ کی کئی احادیث سے فراہی صاحب نے راہ فرار اختیار کیا۔

فراہی صاحب کی دوسری غلطی

علامہ فراہی نے سورۃ التحریم کی آیت تین، چار اور پانچ کی تفسیر وتشریح میں بھی جمہور مفسرین سے الگ راستہ اپنایا اور ان آیات کی تفسیر میں ایسی مجمل مبہم گڈمڈ تفسیر کی جس کو دیکھ کر پڑھنے والا تشویش میں پڑ جاتا ہے کہ مولانا کیا کہنا چاہتے ہیں اور کیا لکھنا چاہتے ہیں؟ چنانچہ سرخی اور عنوان کو پڑھ لیجئے اور پھر ان کی تفسیر پڑھ لیجئے اور داد دیجئے!

آیات تین تا پانچ کا شان نزول

مولانا ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

آیت ﴿وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ ــــ اَبْکَارًا﴾ میں ایک دوسرے مگر پہلے سے بالکل مختلف ملتے جلتے واقعہ کا بیان ہوا ہے۔ اور ”اذ“ کے بعد بالعموم مماثل واقعات ہی کا بیان ہوتا ہے۔ پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم کا وہ پہلو بیان کیا ہے جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کی غایت درجہ دل داری فرماتے تھے۔ پھر اسی سے ملتے جلتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے دوسرے پہلو کو بے نقاب کیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان کو اپنا محرم اسرار بھی بناتے تھے اور اس میں شبہ نہیں کہ میاں بیوی کے باہمی تعلقات محبت میں سب سے زیادہ نمایاں جگہ اسی چیز کو حاصل ہے۔ اگر ایک شخص اپنی بیوی سے اپنے رازوں کو چھپاتا ہے تو اس نے اس کا درجہ بہت گرادیا ہے۔ وہ میاں بیوی کے فطری تعلق کو صرف ایک حیوانی خواہش کی تشفی کا ذریعہ سمجھتا ہے اور بس!

علاوہ ازیں اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ سوکنوں میں محبت، جو عورت کی سب سے اعلیٰ مگر کمیاب صفت ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں بالعموم اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا میں، بوجہ ان کے کمال عقل اور ان کی پاکیزگی نفس کے، پورے طور پر موجود تھی۔ چنانچہ یہ باہمی محبت ہی تھی جس نے آپ میں راز داری کے تمام پردے اٹھادیے تھے اور ایک نے دوسرے سے ایک راز کی بات بے تکلف ظاہر کردی جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو تنبیہ فرمائی۔ (ص:۲۱۲)

اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ یہ لغزش جو بر بنائے محبت واخلاص صادر ہوئی اپنے محرک کے اعتبار سے بہت سی نیکیوں پر فضیلت کا درجہ رکھتی ہے۔ (تفسیر نظام القرآن ص:۲۱۳)

تبصرہ:

قارئین اس تفسیر کو پڑھیں اور دیکھیں کہ فراہی صاحب کس چیز کی تفسیر لکھ رہے ہیں اور کیا لکھ رہے ہیں؟ کسی مفسر نے یہ طرز نہ اپنایا ہے نہ اس طرح کوئی تفسیر لکھی ہے۔ یہ فراہی صاحب کی ذہنی اختراع ہے۔ سوچنا چاہیے! قرآن عظیم کے اتنے گہرے مقام میں فراہی صاحب نے نہ کسی حدیث کا ذکر کیا ہے اور نہ کسی مفسر کی تفسیر کا حوالہ دیا ہے، نہ قرآن کے پہلے مخاطبین صحابہ کرام کا نام لیا ہے، نہ کسی تابعی کا نام لیا ہے! پھر عام مفسرین یہاں کچھ اور لکھ رہے ہیں جس سے معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ قرآن کی تفسیر ہے مگر فراہی صاحب کچھ اور لکھ رہے ہیں جس سے قطعاً معلوم نہیں ہوتا ہے کہ یہ قرآن عظیم کی ان آیات کی تفسیر ہے۔ اگر میں اشارہ نہ کروں تو کیا کروں اور اگر اشارہ کروں تو احباب ناراض ہوجائیں گے کہ امام معصوم جناب فراہی صاحب کی جناب میں گستاخی ہوگئی۔ احباب کرام سے گزارش ہے کہ وہ اس مقام پر تفسیر عثمانی کو دیکھیں تاکہ ان آیات کی تفسیر کھل جائے۔

فراہی صاحب کی تیسری غلطی

مولانا فراہی نے آگے جاکر آیت ﴿اِنْ تَتُوْبَا اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا﴾ میں جمہور امت سے بالکل الگ راستہ اختیار کیا اور بڑی غلطی کا ارتکاب کیا۔ چنانچہ سرخی اور عنوان لگا کر لکھتے ہیں:

صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا کی لغوی تحقیق

دنیا کی تمام زبانوں میں عموماً اور عربی زبان میں خصوصاً خاص خاص الفاظ خاص خاص معانی کے لیے آتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی وہ ایک کلی معنی کے تحت بھی ہوتے ہیں۔ جو لوگ زبان کی ان خصوصیات سے ناواقف ہیں وہ زبان کے فہم سے محروم رہتے ہیں۔

مثلاً ”میل“ (جھکنا، ہٹنا) ایک کلی مفہوم ہے۔ اس کے تحت عربی میں بہت سے الفاظ ہیں۔ مثلاً زیغ، جور، ارعواء، حیادۃ، انحراف وغیرہ، لیکن یہ سب میل عن الشیء یعنی کسی چیز سے ہٹنے اور پھرنے کے لیے آتے ہیں۔ پھر اسی کے تحت فئی، توبۃ، التفات اور صغو وغیرہ کے الفاظ ہیں جو سب کے سب میل الی الشیء یعنی کسی چیز کی طرف مائل ہونے اور جھکنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ جو لوگ اس قسم کے باریک فرقوں سے ناواقف ہیں وہ زبان کے سمجھنے میں خود بھی غلطیاں کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی غلطیوں میں ڈال لیتے ہیں۔

اس نکتہ کے واضح ہوجانے کے بعد عربی زبان کے ایک عالم سے یہ حقیقت مخفی نہیں رہ سکتی کہ ”صغت قلوبکما“ کے معنی انابت قلوبکما ومالت الی اللہ ورسولہ (یعنی تم دونوں کے دل اللہ اور اس کے رسول کی طرف جھک چکے ہیں) کے ہوں گے۔ کیونکہ

صغو کا لفظ کسی شے کی طرف جھکنے کے لیے آتا ہے، کسی شے سے مڑنے اور ہٹنے کے لیے نہیں آتا۔ لفظ کی یہ حقیقت اس کے تمام مشتقات میں بھی موجود ہے۔ میں نے یہاں تفسیر تمام اشعار لسان العرب سے نقل کیے ہیں۔ اور جگہ جگہ بعض مفید اشارے بھی کردیے ہیں۔ جن لوگوں کو حق کی تلاش ہے ان کے لیے یہ شواہد بس کرتے ہیں۔ وہ ان کو پاکر پوری طرح مطمئن ہوجائیں گے اور گھڑنے والوں نے روایات وآثار میں جو زہر ملادیا ہے اس سے ہلاک نہ ہوں گے۔ گھڑنے والوں نے جب کتاب الٰہی میں لفظی تحریف کی راہیں بند دیکھیں تو معنوی تحریف ہی کے لیے انہوں نے کچھ دروازے کھول لیے دیکھو اصغی کے معنی زاغ کے کردینے کے لیے کیا کیا کوششیں کی گئی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ حق کو باقی رکھتا ہے اور باطل کو برابر چھانٹتا رہتا ہے۔ (تفسیر نظام القرآن،ص:۱۲۰)

تبصرہ:

فراہی صاحب نے فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا میں صغا یصغو کی خوب لغوی تحقیق کی ہے اور کہا ہے کہ اس کا معنی مائل ہونے کا ہے اور یہ مائل ہونا اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے۔ اس پر فراہی صاحب نے قرآن کی آیات اور عرب شاعروں کے اشعار کا ڈھیر لگایا اور آخر میں یہ نتیجہ نکالا کہ یہاں ان کے قلوب کا میلان ان کی محبت تھی اور ان ازواج کے دل اللہ اور اس کے رسول کی طرف محبت میں جھک چکے تھے۔

یہ عجیب تفسیر ہے! صرف لغت میں میلان کے معنی کی وجہ سے فراہی صاحب نے تمام مفسرین کی تفاسیر کو نظر انداز کیا۔ ساری احادیث کو ٹھکرا دیا اور ایک نئی ذہنی تفسیر پر زور دیا اور اس کے خلاف جانے والوں کو تحریف معنوی کا مرتکب ٹھہرایا۔ میں جواب میں زیادہ گہرائی میں نہیں جانا چاہتا، میں صرف یہ کہتا ہوں کہ فراہی صاحب نے تمام مفسرین وصحابہ وتابعین اور واقعات کو جب مسترد کردیا تو انہوں نے خود کونسی تفہیم وتفسیر پیش کردی؟ ان کی تفسیر تو قرآن عظیم کے ظاہری الفاظ اور ظاہری آیات کے بالکل منافی ہے۔ نظم قرآن کس طرف ہے آیات کا مضمون کس طرف جارہا ہے؟ اور فراہی صاحب کس طرف جارہے ہیں؟ بس جو جمہور مفسرین کے راستوں کو چھوڑ کر نیا راستہ اختیار کرتا ہے اور احادیث اور شان نزول کے واقعات کو مسترد کرتا ہے اس کا یہی انجام ہوتا ہے!

نَـزَلُوْا بِمَكَّةَ فِيْ قَوَافِلِ نَوْفَلٍ
وَنَـزَلْـتُ بِـالْبَيْدَاءِ اَبْعَدَ مَنْـزِلِ

ترجمہ: ''لوگ نوفل کے قافلوں کے ساتھ مکہ جا پہنچے اور میں دور دراز صحرائے بیدا میں جا اترا۔''

(جاری ہے)

اعصاب اور مردانہ امراض کیلئے بہترین آزمودہ نسخہ
مکمل علاج مکمل خوراک
قیمت 3000 روپے
وزن 600 گرام
فیصل
معجونِ قوتِ اعصاب زعفرانی
33 اجزا کا اکسیر مرکب

☆ خوشگوار زندگی کے لمحات مزید پر کیف
☆ اعضائے خاص کی تمام بیماریوں میں مفید
☆ قوت خاص اور امساک کے لئے نادر نسخہ
☆ ہضم کی درستگی اور پیدائش خون میں اضافہ کا ضامن
☆ جریان، احتلام، ہڈیوں، پٹھوں کی کمزوری اور تھکاوٹ کیلئے مفید
زعفران، جائفل، ناگر موتھ، مغز بندق، آرد خرما، جوہر آہن
مصطگی، جلوتری، بیج، مغز ہولہ، سنگھاڑا، کشتہ چاندی
مروارید، دار چینی، اکر، لاچی خورد، بیج کاکنج، شکوفہ، جوز
ورق طلاء، لونگ، ناگیں، لاچی کلاں، تالمکھانہ
ورق نقرہ، گوند کیکر، جڑ موسلی، زنجبیل، ماجو
مغز چلغوزہ، مغز بادام، رس کونلی، بہمن سفید، گوند کتیرہ
33 اجزاء

معجون تسکین دل
دل کے تمام امراض کے لیے مفید ہے۔
دل کے درد، شریانوں کی بندش، دل کی کمزوری، دل کی گھبراہٹ
دل کا بے ترتیب اور تیز چلنا، بلڈ پریشر کا کم یا زیادہ ہونا
اور دل کے دیگر امراض کی اصلاح کرتا ہے۔
قیمت 1200 روپے
جگر ومعدہ کی اصلاح کر کے نیا خون پیدا کرتا ہے۔
وزن 500 گرام
عام جسمانی کمزوری میں بھی انتہائی مؤثر اور مفید ہے۔
آب سیب، آب انار، آب ادرک، ورق نقرہ، تخم خرفہ
آب بہی، آب لیمن، شہد خالص، بہمن سفید، گاؤزبان
زعفران، مروارید، ورق طلاء، کشنیز، بادرنجبویہ
ابریشم، گل سرخ، گل نیلوفر، تخم کاہو، درونج عقربی
صندل سفید، طباشیر، آملہ، جوہر مرجان، مغز تربوز
گل دھنی، الائچی خورد، کہربائی، بہمن سرخ
پاکستان بھر میں فری ہوم ڈلیوری
0314-3085577
فیصل FOODS ستارہ پلازہ ڈی گراؤنڈ پیپلز کالونی فیصل آباد

ایک عظیم علمی، ادبی، سوانحی اور تاریخی شاہکار دستاویز

چمنستانِ ختمِ نبوت کے گلہائے رنگارنگ

ایسے ۹۴۴ نفوسِ قدسیہ کا تذکرہ وسوانح، حالات وحکایات
جنہوں نے عقیدہ ختم نبوت کے لئے خدمات سرانجام دیں۔

ترتیب
شاہینِ ختمِ نبوت
مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ

تین جلدوں کا مکمل سیٹ
قیمت صرف 500 روپے

عالمی مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوت
حضوری باغ روڈ، ملتان پاکستان 061-4783486